

اینٹیں، منکے اور ہڈیاں

پہلا
موضوع

ہڑپا کی تہذیب



5266CH01



شکل: 1.1: ہڑپا کی ایک مہر

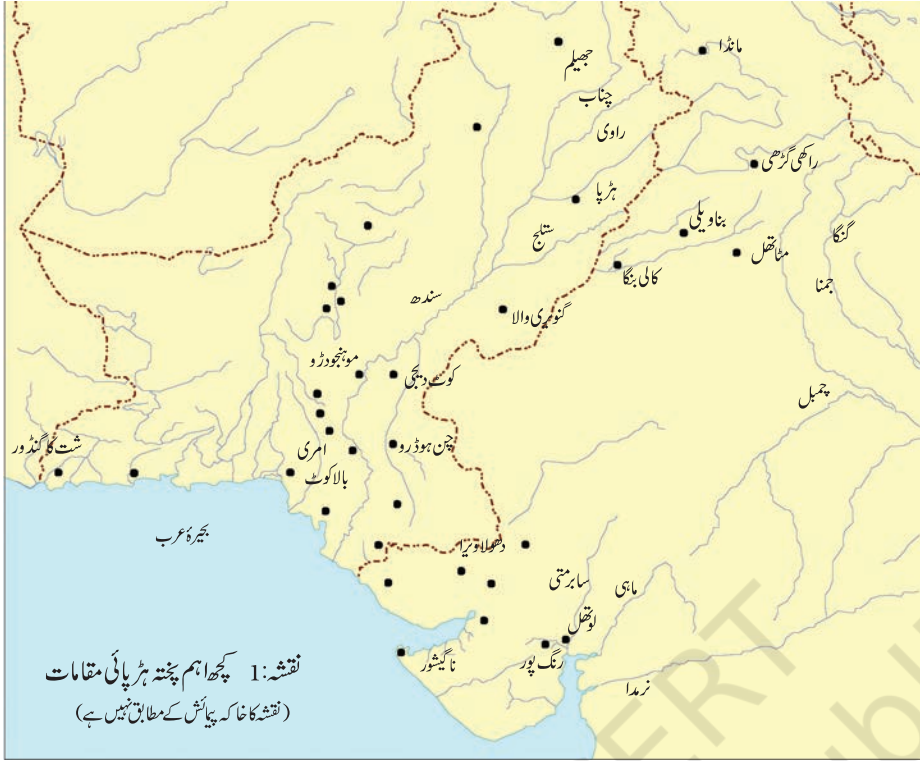
ہڑپا کی جانی بچانی مہر (شکل 1.1) ہڑپا یا وادی سندھ کی تہذیب سے متعلق مصنوعات میں شاید ممتاز ترین چیز ہے۔ سیکلھروی پتھر کی اس قسم کی مہروں میں عام طور پر کچھ جانوروں کی شکلیں اور ایک ایسی زبان کے کچھ نشانات ملتے ہیں جو ابھی تک حل نہیں کیے جاسکے ہیں۔ مگر ہم ان لوگوں کے بارے میں جو ان علاقوں میں رہتے تھے، ان کے چھوٹے ہوئے گھروں، برتنوں، زیوروں، اوزار، ہتھیاروں اور مہروں کی مدد سے بہت کچھ جانتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں انہیں آثار قدیمہ کی شہادتیں یا ثبوت کہا جاسکتا ہے۔ آئیے دیکھیں کہ ہم ہڑپا کی تہذیب کے بارے میں کتنا جانتے ہیں اور یہ معلومات ہم نے کس طرح حاصل کیں؟ ہم دریافت کرنے کی کوشش کریں گے کہ آثار قدیمہ کے مواد سے کس طرح مطلب اخذ کیا جاتا ہے اور کبھی کبھی یہ مطالب یا توجیہات کس طرح تبدیل ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اس تہذیب کے کچھ رخنوں کی معلومات ابھی ہمارے پاس نہیں ہیں اور ممکن ہے وہ کبھی حاصل بھی ہونے سکیں۔

اصطلاحات، مقامات اور ادوار

وادی سندھ کی تہذیب کو ہڑپا تہذیب بھی کہا جاتا ہے۔ آثار قدیمہ کے ماہرین نے کچھ ایسی چیزوں کے مجموعے کو تہذیب (کلچر) کی ایک اصطلاح دی ہے جو اپنے ایک علاحدہ انداز، مخصوص جغرافیائی علاقے اور وقت کی ایک متعین مدت میں ایک ساتھ دریافت ہوئی ہیں۔ ہڑپا کی تہذیب میں اپنی ایک علاحدہ شناخت رکھنے والی چیزوں میں مہریں، منکے (موتی نمادانے) وزن کرنے کے باٹ، ہتھیاروں کے پھل (شکل 1.2) یہاں تک کہ پکائی ہوئی اینٹیں تک شامل ہیں۔ یہ چیزیں کافی دور دراز علاقوں میں بھی ملی ہیں۔ جیسے افغانستان، جموں، بلوچستان (موجودہ پاکستان) اور گجرات۔ (نقشہ 1) اس انوکھے کلچر کا نام 'ہڑپا' کے نام پر اس لیے رکھا گیا کہ اسی مقام پر یہ چیزیں سب سے پہلے دریافت ہوئی تھیں۔ اس تہذیب کا دور تقریباً 2600 اور 1900 قبل مسیح کے درمیان مانا گیا ہے۔ اس میں ایک ہی علاقے میں قدیم اور کسی قدر جدید تہذیب موجود تھی جنہیں 'قدیم ہڑپائی' اور 'جدید ہڑپائی' تہذیب کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ پوری ہڑپا تہذیب کو ان دو مختلف تہذیبوں سے ممتاز یا علاحدہ شناخت دینے کے لیے 'ہڑپائی تہذیب' بھی کہا جاتا ہے۔

شکل 1.2: منکے اوزار، ہتھیاروں کے پھل





آپ کو تاریخوں کے سلسلے میں اس کتاب میں کچھ مخففات نظر آئیں گے۔
BP = موجودہ دور سے پہلے
BCE عام مسیحی دور سے پہلے (ق م)
CE = عام دور یا عیسوی (Common Era)
جس کے اعتبار سے یہ 2018 کا سال ہے۔
c. = لاطینی Circa کا مخفف ہے اور اس کے معنی 'تقریباً' کے ہوتے ہیں۔

1- ابتدا

اس علاقے میں 'پختہ ہڑپائی تہذیب' سے پہلے کئی قدیم آٹاری تہذیبیں موجود تھیں۔ یہ تہذیبیں وہاں کے مخصوص مٹی کے برتنوں زراعت کی موجودگی کے آثار اور گلہ بانی کی علامات اور کچھ دستکاری نمونوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ بستیاں عام طور پر چھوٹی تھیں اور بڑی عمارتیں تھیں ہی نہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہڑپائی تہذیب اور قدیم ہڑپائی تہذیب کے درمیان ایک تعطل یا وقفہ بھی رہا ہوگا۔ اس کا اندازہ بعض مقامات پر بڑے پیمانے پر جلے ہوئے حصوں اور کچھ آبادیوں کو ویران چھوڑ دینے یا ترک کر دینے کی علامتوں سے ہوتا ہے۔

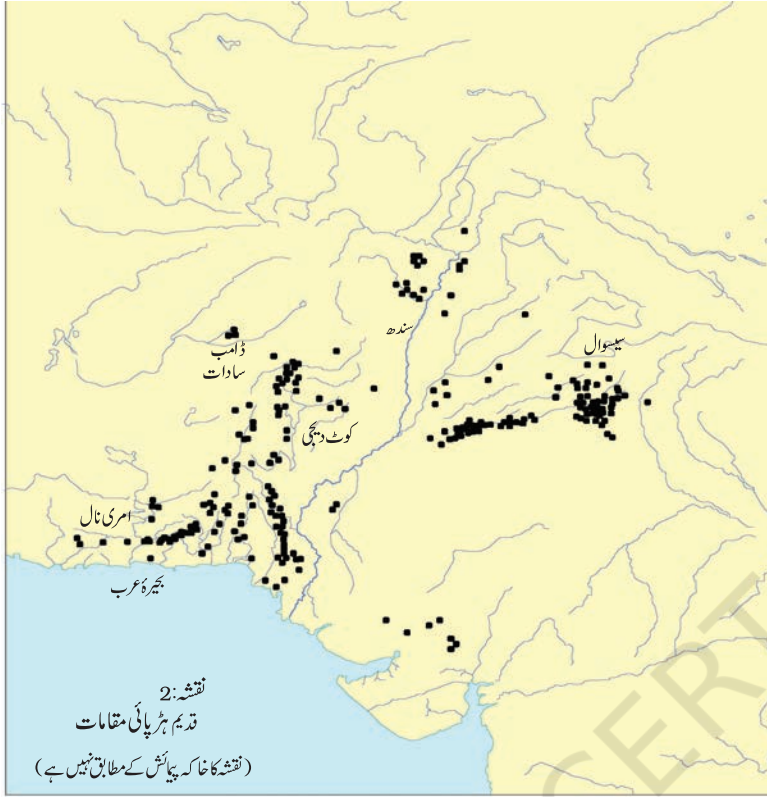
2- گزر بسر کی حکمت عملیاں

اگر آپ نقشہ 1 اور 2 کو غور سے دیکھیں تو آپ کو احساس ہوگا کہ پختہ ہڑپائی تہذیب ان ہی کچھ جگہوں پر ابھری جہاں قدیم ہڑپائی تہذیبیں موجود تھیں۔ ان تہذیبوں میں کچھ مشترک عناصر بھی نظر آتے ہیں جن میں گزر بسر کی حکمت عملیاں شامل تھیں۔ ہڑپا کے لوگ غذا کے لیے نباتات کی بہت سی قسموں اور حیوانی پیداوار استعمال کرتے تھے، جن میں مچھلی بھی شامل تھی۔ آثار قدیمہ کے ماہرین نے کچھ جلے ہوئے غلوں اور بیجوں کے باقی ماندہ مواد سے ان لوگوں کی غذائی عادات کو دوبارہ مرتب کرنے میں کامیابی حاصل کر لی ہے۔ اس قسم کا مطالعہ نباتاتی آثار قدیمہ کے ماہرین کرتے ہیں جو قدیم پودوں کی باقیات کے ماہر ہوتے ہیں۔ ہڑپائی مقامات پر جوجانچ ملے ہیں ان میں گیہوں،

قدیم اور پختہ ہڑپائی تہذیبیں

نیچے دیے ہوئے اعداد کو دیکھیے جن میں سندھ اور چولستان (پاکستان میں صحرائے تھار کی سرحد سے ملا ہوا علاقہ) میں آبادیوں کی تعداد نظر آتی ہے۔

سندھ	چولستان	
106	239	کل مقامات کی تعداد
52	37	قدیم ہڑپائی مقامات
65	136	پختہ ہڑپائی مقامات
		نئے مقامات پر پختہ
43	132	ہڑپائی آبادیاں
29	33	متروکہ قدیم ہڑپائی مقامات



مسور، جو، مٹر اور تل شامل ہیں۔ باجرہ گجرات کے مقامات میں ملا ہے۔ چاول کے آثار نسبتاً بہت کم نظر آئے ہیں۔ ہڑپائی مقامات پر مویشیوں، بھیڑوں، بکریوں، بھینسوں اور سوروں کی ہڈیاں ملی ہیں۔ حیوانات کے آثار قدیمہ کے ماہرین کے ذریعہ کیے گئے مطالعوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ جانور گھریلو یا پالتو ہو چکے تھے۔ جنگلی انواع جیسے جنگلی سور، ہرن اور گھڑیاں کی ہڈیاں بھی ملی ہیں۔ ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان کا شکار خود ہڑپائی لوگوں نے کیا تھا یا دوسری شکاری برادریوں کے لوگوں نے۔ مچھلی اور پالتو پرندوں (مرغیوں وغیرہ) کی ہڈیاں بھی ملی ہیں۔

2.1- زراعتی تکنیکیں

گوکہ غلوں کی دریافت سے زراعت کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے لیکن اس دور کے حقیقی زراعتی انداز اور طریقوں کو مرتب

کرنا خاصا مشکل ہے۔ کیا بیج بونے کا کام جوتی ہوئی زمین پر کیا جاتا تھا؟ مہروں کی تصویروں اور پکائی مٹی (ٹیڑا کوٹا) کی مورتیوں کے نمونوں سے نیل کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے اور اس سے آثار قدیمہ کے ماہرین نے قیاس کیا ہے کہ بیلوں کو زمین جوتنے میں استعمال کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ چولستان اور بنوالی (ہریانہ) میں پکائی مٹی کے بنے ہل کے نمونے بھی دریافت ہوئے ہیں۔ ماہرین آثار قدیمہ کو کالی بنگا (راجستھان) میں جوتی ہوئی زمین کے آثار بھی ملے ہیں جسے قدیم ہڑپائی تہذیبی سطحوں سے متعلق مانا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو صفحہ 20) کھیت میں ہل کی ایک دوسرے کو عمودی زاویے سے کاٹی ہوئی دونالیوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک ساتھ دو فصلیں اگائی جاتی تھیں۔

ماہرین آثار قدیمہ نے فصلوں کی کٹائی کے اوزاروں کی شناخت کی بھی کوشش کی ہے۔ کیا ہڑپائی لوگ لکڑی کے دستوں میں لگے پتھر کے پھل استعمال کرتے تھے یا دھات کے اوزار؟

ہڑپائی مقامات زیادہ تر نیم خشک زمینی علاقوں میں نظر آتے ہیں، جہاں کھیتی باڑی کے لیے غالباً آبپاشی کی ضرورت پیش آتی ہوگی۔ افغانستان میں شور توغئی کے ہڑپائی مقام پر تو نہروں کے آثار موجود ہیں مگر پنجاب اور سندھ میں نہیں ہیں۔ ممکن ہے کہ اتنی قدیم نہریں مٹی سے پٹ گئی ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کنوؤں سے پانی کھینچ کر آبپاشی کی جاتی ہو۔ اس کے علاوہ ممکن ہے کہ گجرات کے ڈھولا ویرا میں ملے آبی ذخیروں میں کھیتی باڑی کے لیے پانی جمع کیا جاتا ہو۔

شکل: 1.3

پکائی مٹی کا بنا ہیل



گفتگو کیجیے:

کیا نقشہ 1 اور 2 میں دکھائے گئے مقامات کے پھیلاؤ میں کچھ مماثلتیں یا فرق نظر آتے ہیں؟

ماخذ: 1:

مصنوعات (آرٹیفیکٹس) کی شناخت کس طرح ہوتی ہے؟

کھانے کی تیاری کے لیے پینے کے ساز و سامان کی ضرورت پڑتی ہے، پھر اس کے ساتھ ہی گوندھنے، ملانے اور پکانے کی چیزیں بھی ضروری ہوتی ہیں۔ یہ چیزیں دھاتوں، پتھروں اور پکائی مٹی سے بنائی جاتی تھیں۔ نیچے موبہ موجودہ کی کھدائی کی سب سے پہلی رپورٹ کا ایک اقتباس دیا گیا ہے۔ موبہ موجودہ و ہڑپائی مقامات میں سب سے زیادہ مشہور ہے۔

دوپاٹوں کی چکیاں (کاشی دار)..... کافی تعداد میں ملی ہیں۔ غلوں کو پینے کا شاید یہی ایک ذریعہ استعمال میں تھا۔ عام طور پر یہ سخت کھر دری آتش فشانی چٹان یا ریگی پتھر سے بنائی جاتی تھیں اور زیادہ تر ان کے سخت قسم کے استعمال کے نشانات ملتے ہیں۔ چونکہ ان کی بنیادیں یا نچلے حصے عام طور پر کروی ہیں اس لیے انہیں زمین میں گاڑ دیا جاتا تھا ہوگا یا گارے میں جمادیا جاتا ہوگا تاکہ پیستے وقت یہ ملیں نہیں۔ ان میں دو قسمیں خاص طور پر ملتی ہیں۔ ایک وہ جن پر ایک اور چھوٹا پتھر دھکیلا یا آگے پیچھے لڑھکایا جاتا تھا۔ یا دوسری قسم وہ جس میں ایک دوسرا پتھر کو نٹنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا، جس کا مطلب ہے کہ نیچے والے پتھر میں ایک بڑا سا گڑھا ہوتا تھا۔ پہلی قسم کی چکیاں شاید صرف غلے کو پینے کے کام آتی تھیں اور دوسری قسم کی چکیاں شاید سالن میں استعمال کرنے کے لیے مسالے اور جڑی بوٹیوں کو نٹنے کے کام آتی تھیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس قسم کے پتھروں کا نام ہمارے ساتھ کام کرنے والے مزدوروں نے سالن والے پتھر (گری اسٹون) ہی رکھ لیا ہے اور ہمارے ایک باورچی نے تو میوزیم سے ایک ایسے پتھر کو باورچی خانے میں استعمال کرنے کے لیے ادھار مانگا بھی تھا۔ (ارنیسٹ میکسی (Ernest Mackay) کی 'فرورائیکسیویشنس ایٹ موبہ موجودہ و 1937'۔)



ماہرین آثار قدیمہ آج کے دور کی مشابہتوں یا ملتی جلتی چیزوں سے یہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ قدیم مصنوعات کو کس طرح استعمال کیا جاتا تھا۔ میکسی نے آج کی چکیوں کا وہاں ملنے والی چکیوں سے موازنہ کیا۔ کیا یہ طریقہ کار سود مند ہے؟



آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا یہ اوزار فصلوں کی کٹائی میں استعمال ہوتے ہوں گے؟

شکل: 1.5:

دھولا ویرا میں آبی ذخیرہ کا تالاب۔ چنائی اور راج گیری کے کام کو غور سے دیکھیے۔



گفتگو کیجیے:

غذائی عادات کے خاکے کو دوبار مرتب کرنے کے لیے ماہرین آثار قدیمہ کن شہادتوں کا استعمال کرتے ہیں؟

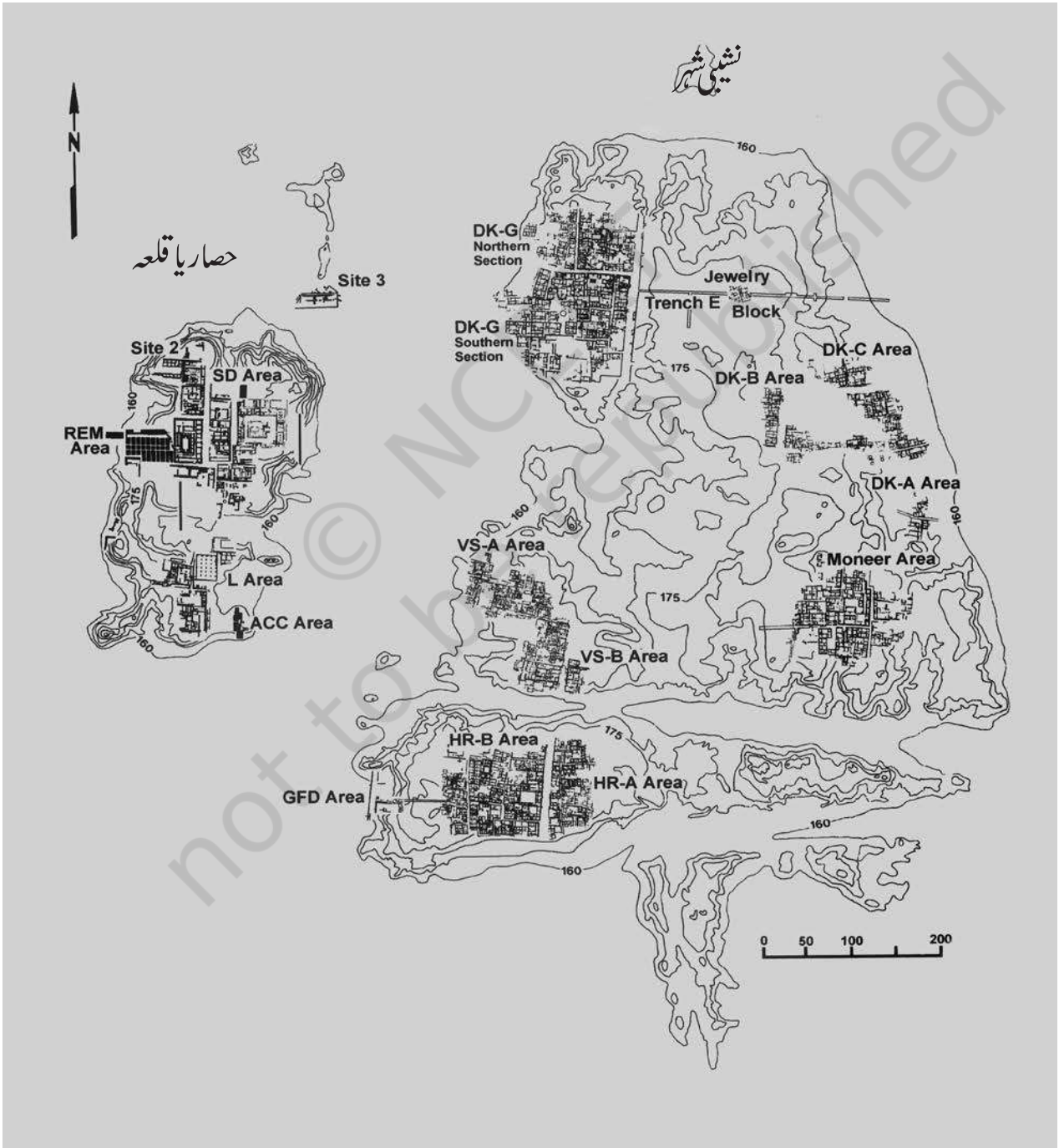
3- موہنجودڑو..... ایک منصوبہ بند شہری مرکز

شہری مراکز کا ابھرنا ہڑپائی تہذیب کی شاید سب سے انوکھی خصوصیت تھی۔ آئیے ایک ایسے ہی شہری مرکز موہنجودڑو کو ذرا قریب سے دیکھیں، حالانکہ موہنجودڑو سب سے زیادہ مشہور اور جانا پہچانا مقام ہے مگر جو مقام پہلے دریافت ہوا تھا وہ ہڑپا ہی تھا۔

یہ پوری آبادی دو حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ ایک نسبتاً چھوٹا مگر کچھ اونچائی پر اور دوسرا کافی

شکل: 1.7
موہنجودڑو کا خاکہ

گفتگو کیجیے: نشیبی شہر حصار سے کس طرح مختلف ہے؟



بڑا گرنشیب میں۔ آثار قدیمہ کے ماہرین نے ان کا نام بالترتیب 'حصار' یا 'قلعہ' (Citadel) اور 'نشیبی شہر' (Lower Town) رکھے ہیں۔ حصار یا قلعے کی اونچائی اس وجہ سے ہے کہ یہاں عمارتیں اینٹوں اور گارے کے چبوتروں پر اٹھائی گئی تھیں۔ اس کے ارد گرد دیوار بھی تھی جس کا مطلب ہے اسے جغرافیائی یا جسمانی طور پر بھی نشیبی شہر سے علاحدہ کیا گیا تھا۔

نشیبی شہر بھی دیوار بند تھا۔ بہت سی عمارتیں چبوتروں پر بنی ہوئی تھیں جو بنیاد کا بھی کام دیتے تھے۔ حساب لگا کر یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اگر ایک مزدور لگ بھگ ایک لمبے میٹر مٹی روزانہ ڈھو لیتا ہوگا تو صرف بنیادوں کو جمانے کے لیے چالیس لاکھ مزدوروں کی ضرورت پڑی ہوگی، جس کا مطلب ہے بہت بڑے پیمانے پر مزدوروں کو اکٹھا کیا گیا ہوگا۔

ایک اور بات پر بھی غور کیجیے۔ ایک مرتبہ چبوترے (Platforms) بن جانے کے بعد شہر میں ہونے والا تمام تعمیری کام ایک محدود علاقہ میں مرکوز رہتا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پہلے آبادی کا منصوبہ مکمل کیا گیا ہوگا اور پھر اس کے مطابق کام پورا کیا گیا ہوگا۔ اس قسم کی منصوبہ بندی کا پتہ جن چیزوں سے چلتا ہے ان میں اینٹیں بھی شامل ہیں جو خواہ دھوپ میں سکھائی گئی ہوں یا آگ میں پکائی گئی ہوں، ان کا تناسب بالکل معیار کے مطابق یا طے شدہ تھا جس میں لمبائی، چوڑائی سے چار گنا تھی اور اونچائی دو گنی تھی۔ تمام ہڑپائی مقامات میں ایسی ہی اینٹیں استعمال ہوتی تھیں۔

3.1 نالیوں کا جال پھیلا نا

ہڑپائی شہروں کی سب سے ممتاز خصوصیات میں سے ایک وہاں کے پانی کی نکاس کا انتظام تھا۔ اگر آپ نچلے شہر کے منصوبے کو دیکھیں تو آپ کو احساس ہوگا کہ سڑکوں اور گلیوں کو ایک لگ بھگ باقاعدہ 'جال' (Grid) کے انداز پر بنایا گیا تھا جو ایک دوسرے کو زاویہ قائمہ پر کاٹتی تھیں۔ ایسا لگتا ہے کہ سڑکیں اور نالیاں پہلے بنائی گئی تھیں اور بعد میں ان کی مناسبت سے مکانات تعمیر کیے گئے تھے۔ پھر اگر گھروں کا پانی ان نالیوں میں بہنا تھا تو ہر گھر کی ایک دیوار سڑک کے رخ پر ضرور ہوتی ہوگی۔

حصار (Citadels)

گوکہ زیادہ تر ہڑپائی بستیوں میں مغربی رخ پر ایک چھوٹا سا اونچا حصہ، اور ایک بڑا مشرقی حصہ ہوتا ہے مگر ان میں بعض بعض جگہ کچھ تبدیلیاں بھی نظر آتی ہیں۔ دھولاویرا اور لوٹھل (گجرات) کے مقامات پر پوری بستی کی قلعہ بندی کی گئی تھی اور شہر کے اندر بھی مختلف حصوں کو دیوار کے ذریعے الگ کیا گیا تھا۔ لوٹھل کے اندر بالائی حصار کو دیوار بنا کر الگ نہیں کیا گیا تھا مگر اسے اونچائی پر ہی بنایا گیا تھا۔

ہڑپا کی درگت

گوکہ ہڑپا دریافت کیے جانے والے مقامات میں پہلا مقام تھا، مگر اسے اینٹ چوروں نے بری طرح لوٹا ہے۔ الیکٹریٹیٹیو کنکھم، آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا کے پہلے ڈائریکٹر نے جنھیں کبھی کبھی 'بابائے محکمہ' آثار قدیمہ ہند کہا جاتا ہے، 1875 میں اظہار کیا تھا کہ اس قدیم آثار سے جتنی اینٹیں اٹھا کر لے جانی گئی ہیں وہ لاہور اور ملتان کے درمیان "تقریباً 100 میل" کی ریلوے لائن پر بچھا دینے کے لیے کافی ہوں گی۔ اس طرح اس قدیم مقام کے بہت سے عمارتی ڈھانچے تباہ ہو گئے۔ اس کے مقابلے میں موہنجودڑو کا تحفظ بہت بہتر رہا۔

شکل: 1.8

موہنجودڑو کا ایک نالہ نالے کی وسیع نکاس کو نور سے دیکھیے۔



ماخذ: 2

جب قدیم ترین نظام کا انکشاف ہوا

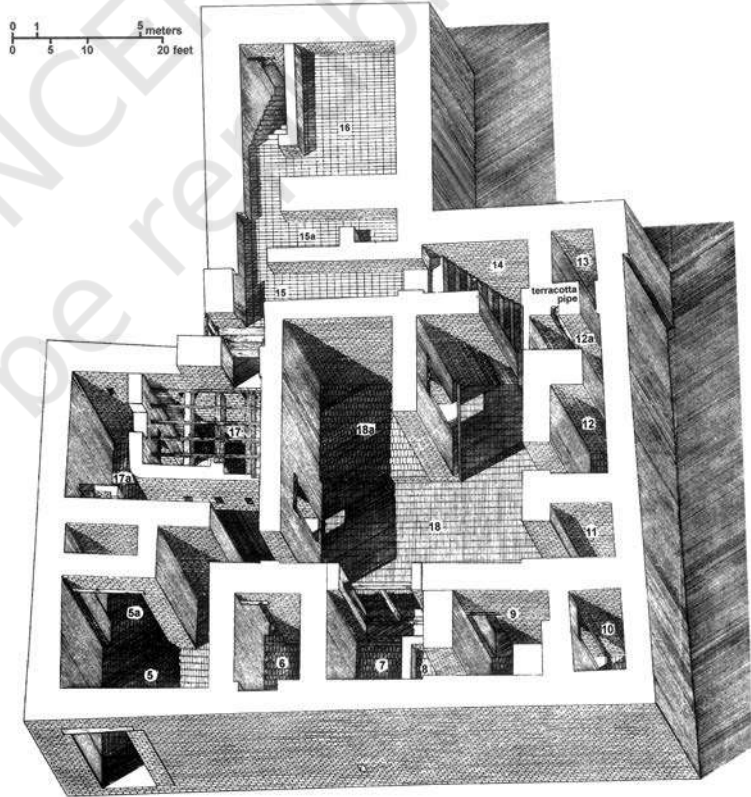
نالوں کے متعلق میسکی نے بیان کیا تھا کہ: ”اب تک دریافت ہوئے قدیم نظاموں میں یقیناً یہ سب سے مکمل نظام ہے۔“ ہر گھر سڑک کے نالے سے ملحق تھا۔ بڑی اور اہم نالیاں اینٹوں اور مسالے سے بنائی گئی تھیں اور انہیں اس طرح اینٹوں سے ڈھک دیا گیا تھا کہ صفائی کے لیے انہیں ہٹایا جاسکے۔ کہیں کہیں ان ڈھکنوں کے لیے چوڑے کا پتھر بھی استعمال کیا گیا تھا۔ گھر کی نالیاں پہلے ایک نابدان یا ہودی میں گرتی تھیں جن میں ٹھوس کوڑا نیچے بیٹھ جاتا تھا اور گنداپانی گلیوں کی نالی میں چلا جاتا تھا۔ جگہ جگہ کافی لمبی لمبی نکاسی نالیاں دی گئی تھیں اور ان کے نابدان تھے جو صفائی میں مدد دیتے تھے۔ آثار قدیمہ کا ایک عجوبہ یہ بھی ہے کہ ان نکاسی نالیوں کے پاس جگہ جگہ ”کوڑے کی قسم کے کچھ چھوٹے چھوٹے ڈھیر بھی ان نکاسی نالیوں کے کنارے پڑے ملے ہیں جن میں زیادہ تر ریت تھا..... جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ نالیوں کی صفائی کے بعد کوڑا ہمیشہ نہیں اٹھایا جاتا تھا۔“ (Ernest Mackay, Early Indus Civilisation, 1948 سے ماخوذ)

نکاس کا یہ نظام صرف بڑے شہروں کی ہی انوکھی خصوصیت نہیں تھی، یہ چھوٹی بستیوں میں بھی ملا ہے۔ جیسے لوٹھل میں۔ جہاں مکانات گارے کی اینٹوں کے بنائے گئے ہیں، نالیاں وغیرہ کچی اینٹوں سے بنی ہیں۔

3.2: رہائشی گھروں کا طرز تعمیر

موہنجودڑو کے نچلے شہر میں رہائشی گھروں کے نمونے ملتے ہیں۔ بہت سے مکانات کا مرکزی حصہ صحن ہوتا تھا جس کے چاروں طرف کمرے ہوتے تھے۔ صحن شاید گھریلو کاموں خصوصاً گرم خشک موسم میں کھانا پکانے اور بننے کے کام آتا تھا۔ ایک دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ غالباً مکانوں میں تخیلے کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ پہلی منزل کی دیواروں میں کوئی کھڑکی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ صدر دروازہ سے اندر کے حصوں یا صحن کو براہ راست نہیں دیکھا جاسکتا ہے۔

ہر گھر میں اپنا علاحدہ غسل خانہ ہوتا تھا جس میں اینٹیں بچھی ہوتی تھیں اور اس کی نالیاں دیواروں کے پارگیوں کے نالیوں سے جڑی ہوتی تھیں۔ کچھ گھروں میں دوسری منزل یا چھت پر جانے کے لیے سیڑھیوں کے آثار بھی موجود ہیں۔ بہت سے گھروں میں کنوئیں ہوتے تھے، کبھی کبھی ان کنوئیں کو ایسے کمروں میں بنایا جاتا تھا کہ ان میں براہ راست باہر سے داخلہ ممکن ہو، شاید انہیں راگیر بھی استعمال کرتے تھے۔ محققین کا خیال ہے کہ موہنجودڑو میں لگ بھگ 700 کنوئیں تھے۔



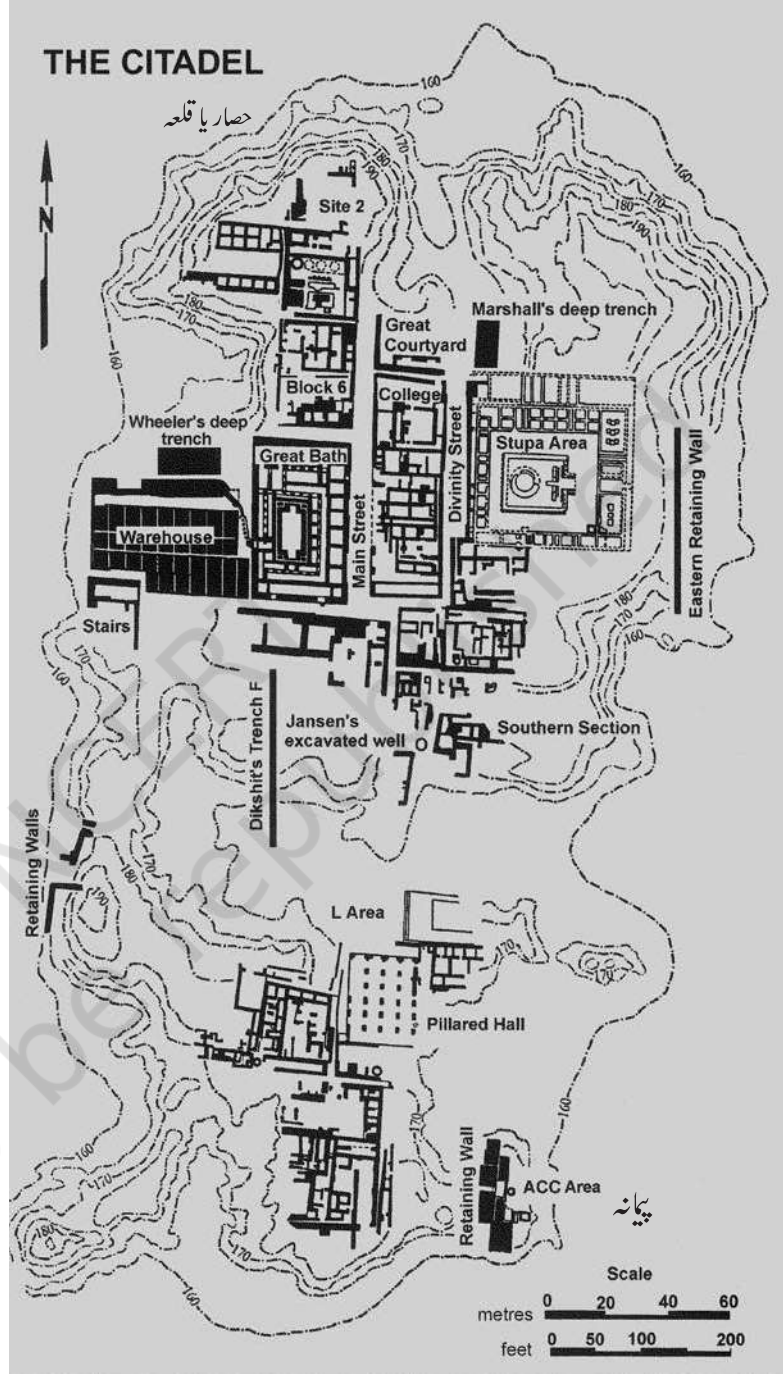
شکل: 1.9 یہ موہنجودڑو کے ایک بڑے گھر کا پلاننگ خاکہ ہے۔
کمرہ نمبر 6 میں ایک کنواں تھا۔

صحن کہاں ہے؟ دوزینے کہاں ہیں؟ گھر میں داخل ہونے کا دروازہ کیسا لگتا ہے؟

3.3 حصار

حصاروں پر ہمیں کچھ ایسی عمارتوں کے آثار بھی ملتے ہیں جو خاص طور پر عوامی کاموں میں استعمال ہوتی ہوں گی۔ ان میں گودام کی ایک بہت بڑی عمارت کا ڈھانچہ جس میں اب صرف نیچے کی اینٹوں کا فرش باقی ہے اور اوپر کا حصہ جو غالباً لکڑی کا تھا بہت پہلے گل سڑ کر ختم ہو گیا اور ایک بہت بڑا حمام شامل ہے۔

بڑا حمام: صحن میں ایک بہت بڑا مستطیل حوض تھا جس کے چاروں طرف آمدہ یا راہ داری تھی۔ شمال اور جنوب کی سمت اس میں دو میڑھیوں والے زینے تھے جو نیچے حوض تک جاتے تھے حمام کو کناروں پر اینٹوں اور کھریا مٹی کے مسالے کی مدد سے پانی رسنے سے روک دیا گیا تھا۔ اس کے تین طرف کمرے بنے ہوئے تھے جن میں سے ایک کمرے میں بہت بڑا کنواں تھا۔ حوض سے ایک بڑے نالے کے ذریعے پانی بہتا تھا۔ شمال کی طرف ایک گلی پار ایک چھوٹی عمارت تھی جس میں برآمدے کے دونوں طرف چار چار، یعنی کل آٹھ غسل خانے تھے۔ ہر غسل خانے میں ایک نالی تھی جو برآمدے سے گزرتے ہوئے ایک بڑے نالے سے مل جاتی تھی۔ اس عمارت کے انوکھے پن اور جس رگروپیش میں یہ ملی ہے (حصار اور اس کی ممتاز عمارتیں) ان سے ماہرین نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ یہ کسی خاص روایتی یا مذہبی قسم کے اشراف کے لیے بنائی گئی تھی۔



شکل: 1.10

حصار کا منصوبہ

گفتگو کیجیے:

موجودہ کی تعمیراتی خصوصیات سے کن کن منصوبہ کاروں کا پتہ چلتا ہے؟

کیا گودام اور بڑے حمام کے علاوہ بھی بالائی قطعہ پر کچھ اور تعمیرات ہیں؟



شکل: 1.11
تا بنے کا ایک آئینہ

4- سماجی تنوع کی کھوج

4.1 تجھیز و تدفین

آثار قدیمہ کے ماہرین کچھ ایسے طریقہ کار اور حکمت عملیاں بھی استعمال کرتے ہیں جن کی مدد سے یہ معلوم کیا جاسکے کہ کیا کسی مخصوص تمدن (کلچر) میں رہنے والے لوگوں میں کچھ سماجی اور معاشی فرق بھی موجود تھے۔ ان میں دفن کے طریقوں کا مطالعہ بھی شامل ہے۔ آپ شاید مصر کے عظیم الشان اہراموں سے واقف ہیں جو ہڑپائی تہذیب کے ہم عصر ہیں۔ ان میں سے بہت سے اہرام شاہی مقبرے تھے جن میں بے حد دولت بھی دفن کی گئی تھی۔

ہڑپائی مقامات میں عام طور پر مردے کو ایک گڈھے میں رکھا جاتا تھا۔ کبھی کبھی دفن کرنے کے گڈھوں (مدفونوں) کی بناوٹ میں بھی فرق ہوتا تھا۔ کچھ جگہوں پر گڈھے کے خلا کے کناروں پر اینٹیں لگائی جاتی تھیں۔ کیا یہ تبدیلیاں کسی سماجی فرق کو ظاہر کرتی ہیں؟ اس کے متعلق ہم یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔

کچھ مدفونوں میں مٹی کے برتن اور زیورات بھی ملے ہیں جو شاید اس عقیدے کا اظہار کرتے ہیں کہ یہ اگلی زندگی میں استعمال میں آئیں گے۔ مردوں اور عورتوں دونوں کے مدفونوں میں زیورات ملے ہیں۔ حقیقت میں 1880 کے دہے کے درمیانی حصے میں ہڑپائی کے ایک قبرستان کی کھدائی میں ایک ایسا زیور جو سیپ کے پھلٹوں، یشب (ایک نسبتاً کم قیمتی پتھر) کا منیکا اور سیکڑوں بہت چھوٹے چھوٹے منکے (سورخ دار دانے) ایک مرد کی کھوپڑی کے پاس ملے ہیں۔ کچھ ایسی مثالیں بھی ہیں کہ مردوں کو تا بنے کے آئینوں کے ساتھ دفن کیا گیا تھا۔ لیکن مجموعی طور پر ہڑپائی لوگ مردوں کے ساتھ قیمتی چیزوں کو دفن کرنے کے قابل نظر نہیں آتے۔

4.2 'عیش و آرام' کی تلاش

شکل: 1.12
ایک منقش چینی کا برتن



سماجی تفریق کو سمجھنے کے لیے ایک طریقہ کار مصنوعات کا مطالعہ بھی ہے۔ انہیں ماہرین آثار قدیمہ موٹے طور پر افادیت پسندانہ (ضروریات زندگی کو پورا کرنے والی) اور عیش و آرام فراہم کرنے والی اشیاء میں تقسیم کرتے ہیں۔ پہلی قسم کی چیزوں میں روزانہ استعمال کی چیزیں ہوتی ہیں جنہیں عام قسم کے مواد، جیسے پتھر اور مٹی وغیرہ سے آسانی سے بنا لیا جاتا ہے۔ ان میں چکیاں، مٹی کے برتن، سونیاں، (کھال رگڑنے والے) جھانورے وغیرہ شامل ہوتے ہیں اور پوری ہستی میں پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔ ماہرین ان اشیاء کو آرام و آسائش کی چیزیں مانتے ہیں جو کمیاب ہوتی ہیں، قیمتی اور مقامی طور پر نہ ملنے والے مواد سے بنائی جاتی ہیں یا جن کے بنانے میں پیچیدہ قسم کی تکنیک استعمال ہوتی ہے۔ اس طرح چینی کے چھوٹے چھوٹے برتن (جن کا مواد پسے ہوئے ریت، سلیکا کو رنگوں اور گوند سے ملا کر تیار کیا جاتا ہے اور پھر آگ پر پکا جاتا ہے)، غالباً بیش قیمت سمجھے جاتے تھے چونکہ ان کا بنانا مشکل تھا۔

ایسی صورت میں مسئلہ اور بھی پیچیدہ ہو جاتا ہے جب ہمیں ایسی مصنوعات ملتی ہیں جو روزانہ استعمال میں آنے والی ہیں۔ مثال کے طور پر سوت کا تنے والے ٹکڑے میں لگا ایک سوراخ دار لنک ہنکا (Spindle whorl) جو چینی مٹی جیسے کیاب مواد سے بنا ہو۔ ان چیزوں کو ہم افادیت یا ضرورت کی اشیاء میں گے یا عیش و آرام کی؟

اگر ہم ایسی اشیاء کے پھیلاؤ کا مطالعہ کریں تو ہمیں پتہ چلے گا کہ ایسے صناعی نمونے جو قیمتی مواد سے بنے ہوئے ہیں وہ زیادہ تر بڑی بڑی بستیوں — موہنجودڑو اور ہڑپا میں مرکوز ہیں اور چھوٹی بستیوں میں یہ مشکل سے ہی نظر آتے ہیں۔ مثال کے طور پر چینی مٹی کے بہت چھوٹے برتن، جوشاید عطر کی شیشیوں کے طور پر استعمال ہوتے ہوں گے، موہنجودڑو اور ہڑپا میں ملے ہیں اور کالی بنگن جیسی چھوٹی بستیوں میں نہیں پائے گئے۔ سونا بھی بہت کیاب تھا اور شاید آج کی طرح بہت قیمتی بھی۔ سونے کے جو بھی زیورات ملے ہیں انہیں 'دینوں' سے حاصل کیا گیا تھا۔

5- دستکاری پیداوار کے بارے میں جانکاری

نقشہ 1: میں چن ہوڈرو کو تلاش کیجیے۔ یہ موہنجودڑو (125 ہیکٹیئر رقبہ) کے مقابلے میں ایک چھوٹی (7 ہیکٹیئر سے کم کی) بستی ہے اور صرف دستکاری اور صنعت کاری کے لیے وقف تھی۔ جس میں منکے بنانا، سپ کی کٹائی کا کام، دھات کا کام، مہریں بنانے کا کام اور اوزان بنانے کا کام ہوتا تھا۔

جن جن چیزوں سے منکے بنائے جاتے تھے ان کی اقسام حیرتناک تھیں: جیسے سنگ یرمائی (کورنیلین، جو بہت خوش رنگ سرخ ہوتا تھا) ایشب، جبری بلور (کرسٹل) گار (کوارٹز)، ابرق، دھاتوں میں تانبا، کانسہ، سونا، اس کے علاوہ سپ، چینی مٹی، پکائی یا جلی مٹی۔

کچھ منکے دو یا دو سے زیادہ پتھروں کو چپکا کر بنائے جاتے تھے۔ کچھ پتھروں پر سونا چڑھا کر اس کے منکے تیار کیے جاتے تھے۔ ان کی شکلیں بھی طرح طرح کی ہوتی تھیں۔ ٹکلی یا ٹکلیا جیسی، بیلن نما گردی، ڈھول جیسی، بیچ میں سے کٹی ہوئی۔ کچھ منکوں پر نقش و نگار بنا کر یا رنگ کر سجایا جاتا

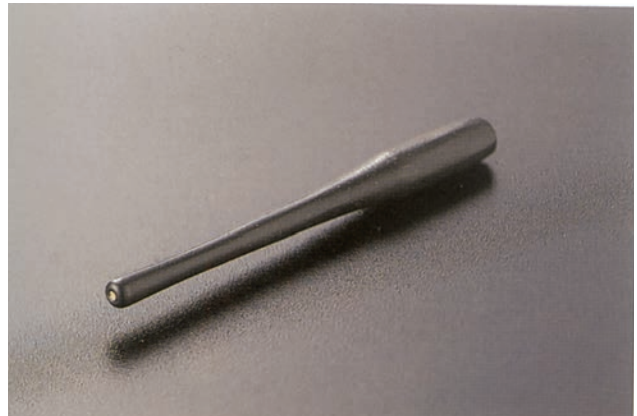
'دینے' (Hoards) ان خزانوں کو کہتے ہیں جنہیں کچھ لوگ کسی چیز، جیسے برتن میں رکھ کر کہیں احتیاط سے رکھ دیتے ہیں۔ یہ دینے زیورات یا دھات کی شکل میں، دھات کا کام کرنے والے دوبارہ استعمال کے لیے کہیں رکھ دیتے ہیں۔ اگر کسی وجہ سے ان کے اصلی مالک انہیں نہیں اٹھا پاتے تو یہ اس وقت تک وہیں رکھے رہتے ہیں جب تک کوئی آثار قدیمہ کا ماہر انہیں دریافت نہیں کر لیتا۔

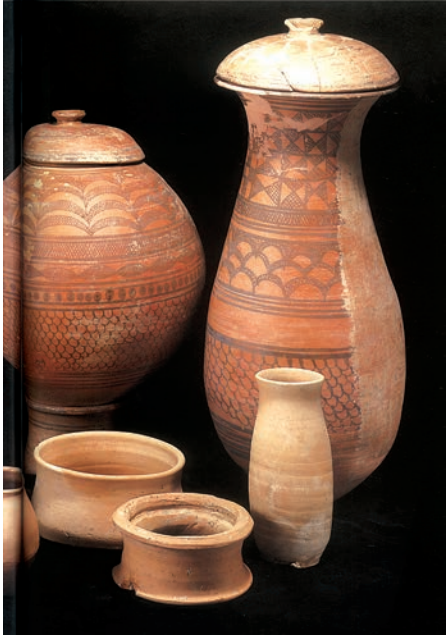
گفتگو کیجیے:

آج کل مُردوں کو ٹھکانے لگانے کے کیا کیا طریقے رائج ہیں؟ ان سے سماجی تفریق کا کتنا اظہار ہوتا ہے؟

شکل: 1.13

ایک اوزار اور منکے





شکل: 1.14
مٹی کے برتن

ان میں سے کچھ دہلی کے نیشنل میوزیم اور لوٹھل کے مقامی میوزیم میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

تھا، کچھ منکوں پر طرح طرح کے ڈیزائن کھودے گئے تھے۔ منکے بنانے کی تکنیک مواد کے فرق کے اعتبار سے بدل جاتی تھی۔ ابرق جو بہت نرم قسم کا پتھر ہے اس پر آسانی سے کام ہو جاتا تھا۔ کچھ منکے ابرق کے سفوف سے ایک لگدی بنا کر ڈھالے جاتے تھے۔ اس سے انہیں مختلف شکلوں میں ڈھال لینے کا موقع مل جاتا تھا، جب کہ نسبتاً سخت قسم کے پتھروں کے منکوں میں اقلیدی شکلیں بنانا خاصا مشکل کام تھا۔ قدیم تکنیک کا مطالعہ کرنے والے ماہرین آثار قدیمہ کے سامنے یہ معممہ اب بھی حل نہیں ہوا ہے کہ ابرق کا اتنا چھوٹا منکا کیسے بنایا جاتا تھا۔

ماہرین آثار قدیمہ کے تجربات سے ظاہر ہوا ہے کہ ان منکوں کو بناتے وقت ان کے پیلاہٹ مائل مواد کو مختلف درجوں پر آگ میں تپانے سے ان کا سرخی مائل پتھر (کارنیلین) جیسا رنگ خود بخود حاصل ہو جاتا تھا۔ پہلے بے قاعدہ قسم کی گولیاں سی کاٹ لی جاتی تھیں پھر انہیں رفتہ رفتہ آخری شکل دی جاتی تھی۔ گھسنے، پالش کرنے اور سوراخ کرنے کے بعد عمل پورا ہو جاتا تھا۔ چن ہوڈرو، لوٹھل اور تازہ طور پر ڈھولا ویرا میں بہت مخصوص قسم کے سوراخ کرنے والے آلے (ڈریلس) بھی ملے ہیں۔

اگر آپ نقشہ: 1 میں ناگیٹور اور بالا کوٹ کو تلاش کریں تو آپ دیکھیں گے کہ یہ دونوں بستیاں ساحل کے پاس ہیں۔ یہ سیپ کی چیزیں بنانے کے خصوصی مرکز تھے۔ جن میں چوڑیاں، ڈونیاں (کف گیر) اور کندہ کاری کے کام شامل تھے جو دوسری بستیوں میں لے جائے جاتے تھے۔ اسی طرح اس کا بھی امکان ہے کہ تیار شدہ مصنوعات (جیسے منکے) چن ہوڈرو اور لوٹھل سے بڑے شہری مرکزوں، جیسے موہنجودڑو اور ہڑپا بھیجے جاتے ہوں گے۔

5.1 پیداواری مراکز کی شناخت

دستکاری پیداوار کے مراکز کی شناخت کے لیے ماہرین آثار قدیمہ عام طور پر مندرجہ ذیل چیزوں پر نگاہ رکھتے ہیں: خام مال جیسے پتھر کے ٹکڑے، ثابت سیپ، تانبے کا کچھ دھات، اوزار، نیم تیار شدہ اشیاء، منسوخ شدہ چیزیں اور کوڑا کباڑ۔ حقیقت میں کوڑا یا ضائع شدہ مواد دستکاری کے عمل کا بہترین پیمانہ ہے۔ مثال کے طور پر اگر سیپ یا پتھر کو کسی چیز کے بنانے کے لیے کاٹا جاتا ہے تو اس کے کچھ ٹکڑے جنہیں کوڑا سمجھ کر چھوڑ دیا گیا ہوگا، وہ پیداوار کے مقام پر ملیں گے۔

شکل: 1.15

پکائی مٹی کی ایک چھوٹی مورتی



گفتگو کیجیے:

کیا اس باب میں جن پتھری مصنوعات کو پیش کیا گیا ہے وہ ضروریات زندگی میں مانی جائیں گی یا آرام و آسائش کے زمرے میں؟ کیا کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں جو دونوں زمروں میں شہر کی جائیں گی؟

کچھ کوڑے کے بڑے ٹکڑوں کو چھوٹی چیزیں بنانے میں استعمال کیا جاتا تھا لیکن بہت چھوٹے ٹکڑے عام طور پر کام کی جگہوں میں ہی پڑے رہتے تھے۔ ایسے آثار سے اندازہ ہوتا ہے کہ چھوٹے مخصوص مراکز کے علاوہ دستکاری پیداوار کا کام موجود اور ہڑپا جیسے بڑے شہروں میں بھی چلتا تھا۔

6- سامان فراہم کرنے کی حکمت عملیاں

ظاہر ہے دست کاری پیداواروں کے لیے مختلف قسم کے مواد یا مال استعمال ہوتے تھے۔ ان میں سے مٹی جیسے کچھ مال تو مقامی طور پر ہی مل جاتے تھے لیکن پتھر، لکڑی اور دھاتوں جیسے بہت سے مال اس سیلابی میدانی علاقے سے باہر سے لائے جاتے ہوں گے۔ پکائی مٹی سے بنے بیل گاڑی کے کھلونوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ زمینی راستوں پر لوگوں اور مال کی آمد و رفت کے لیے یہی ذریعہ سب سے اہم تھا۔ سندھ اور اس کے معاون دریاؤں کے ساتھ اور ساحلی علاقوں میں آبی ذرائع آمد و رفت بھی استعمال میں آتے تھے۔

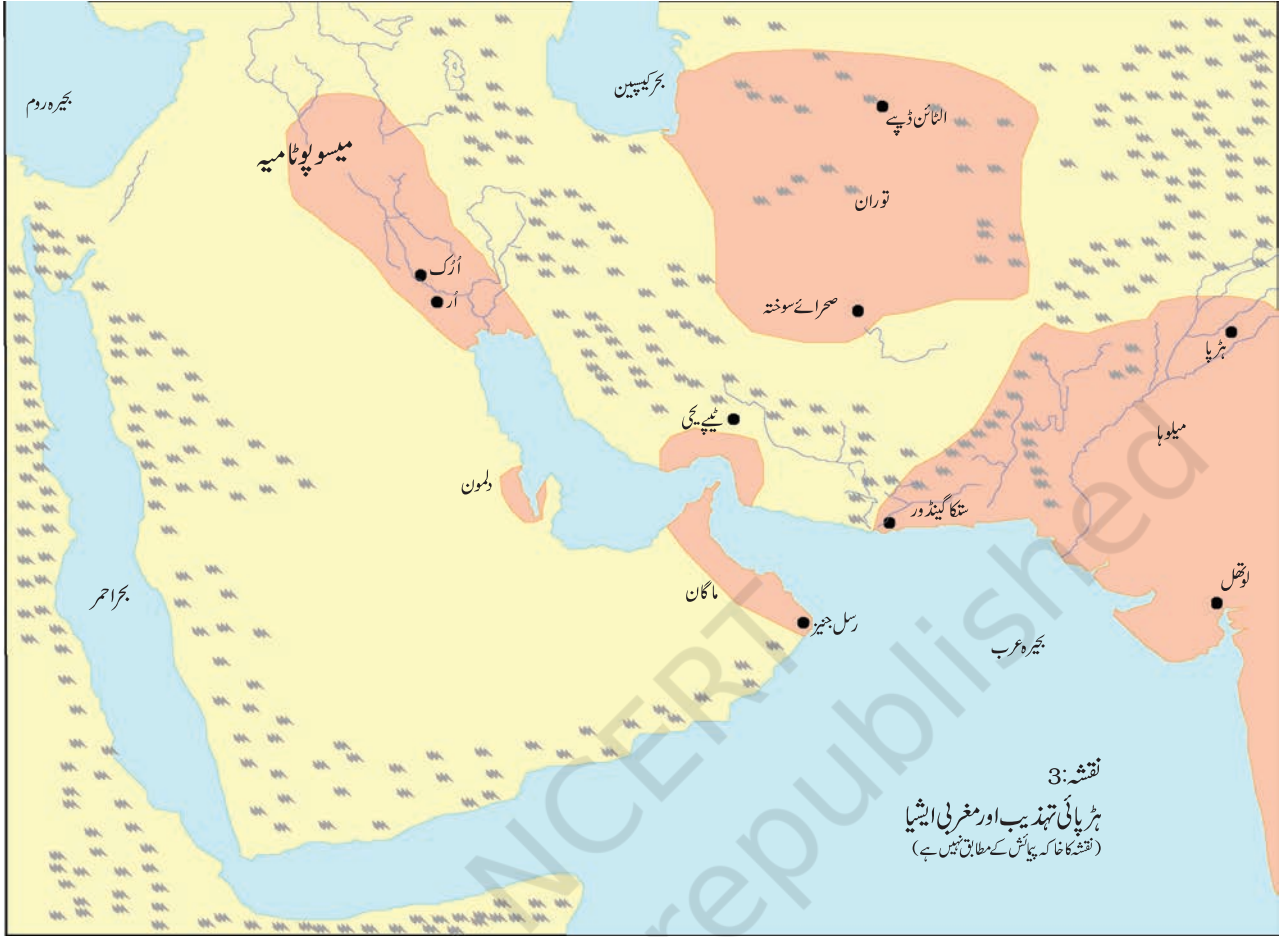
6.1 برصغیر اور باہر سے آنے والی اشیا

ہڑپا کے لوگ دستکاری سے وابستہ پیداوار کے لیے مختلف طریقوں سے مال حاصل کرتے تھے۔ مثال کے طور پر انہوں نے ناگیشور اور بالا کوٹ جیسی بستیاں ایسی جگہ پر بسائیں جہاں سیپ موجود تھا۔ ایسے ہی کچھ دوسرے مقامات ہیں۔ ایک افغانستان کے دور دراز علاقے میں شور توغئی تھا جو ایک نیلے رنگ کے، اس وقت کے قیمتی پتھر لاجورد، لپسلا زولی (حاصل کرنے کے لیے بہترین ماخذ تھا، اور لوٹھل جو سنگ یمانی (کورنیلین) کے ماخذ (گجرات میں بھروچ) کے قریب تھا، سیلکھری (جنوبی راجستھان اور گجرات سے) اور دھات (راجستھان سے) حاصل ہوتی تھی۔

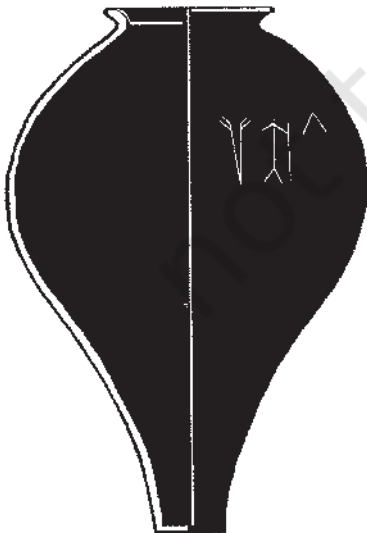
خام مال حاصل کرنے کا دوسرا طریقہ ممکن ہے یہ رہا ہو کہ جہاں ضرورت کا مال موجود ہو ان علاقوں میں مہمیں بھیجی جائیں۔ جیسے (تانے کے لیے) کھیزی (راجستھان) کا علاقہ یا (سونے کے لیے) جنوبی ہندوستان۔ یہ مہمیں یا قافلے وہاں کی مقامی برادریوں سے تعلق قائم کرتے تھے۔ بعض جگہ ہڑپائی مصنوعات، جیسے ابرق کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ان علاقوں میں دریافت ہونا اس تعلق کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کھیزی علاقے میں جسے ماہرین آثار قدیمہ نے 'گنیشور جو دھپور کھیر' کا نام دیا ہے اور جہاں کی اہم خصوصیت 'غیر ہڑپائی مٹی کے برتن اور تانبے کے برتنوں کا غیر معمولی خزانہ ہے' وہاں یہ آثار موجود ہیں۔ ممکن ہے اس علاقے کے لوگ ہڑپا کیوں کو تانبہ فراہم کرتے ہوں۔



شکل 1.16: تانبے اور کانے کے برتن



شکل: 1.17
ہڑپائی گھڑاجو عمان میں ملا ہے



6.2 دور دراز علاقوں سے تعلق

آثار قدیمہ کی تازہ دریافتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ جزیرہ نمائے عرب کے بالکل جنوبی سرے پر واقع عمان سے بھی تانبا لایا جاتا تھا۔ کیمیاوی تجزیہ سے پتہ چلا ہے کہ عُمانی تانبے اور ہڑپائی مصنوعات دونوں میں نکل کے اجزا موجود ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی اصل بنیاد ایک تھی۔ اس کے علاوہ بھی آپسی تعلق کے آثار موجود ہیں۔ ایک خاص شکل کا برتن، ہڑپائی منکا جس پر کالی مٹی کی موٹی تہہ چڑھی ہوئی ہے، عُمانی مقامات پر پایا گیا ہے۔ یہ موٹی تہہ کسی بھی سیال کے رساؤ کو روکتی ہے۔ ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان برتنوں میں کیا بھر کر لے جایا جاتا تھا مگر یہ ممکن ہے کہ ہڑپائی اس میں بھری چیز سے عُمانی تانبے کا لین دین کرتے ہوں۔

میسوپوٹامیائی تحریروں میں، جنھیں تین ہزار سال قبل مسیحی دور (BCE) کی تاریخ دی جاسکتی ہے، تانبے کے کسی ماگان نامی علاقے سے آنے کا تذکرہ ہے، جو ممکن ہے عمان کا نام ہو، اور یہ

بھی کسی قدر حیرتناک بات ہے کہ میسوپوٹامیہ کے مقامات میں پائے جانے والے تانبے میں بھی نکل کے اثرات موجود ہیں۔ آثار قدیمہ کی دوسری دریاہیں جن سے دور دراز کے تعلق کا اندازہ ہوتا ہے ہڑپائی مہریں، اوزان، پانسے اور منکے ہیں۔



شکل: 1.18

یہ ایک اُستوانی مہر ہے جو میسوپوٹامیہ کی مخصوص مہر ہے مگر اس پر کوہان والے تیل کا نشان غالباً سندھ تہذیبی علاقوں سے لیا گیا ہوگا۔

اس سلسلے میں یہ بات بھی ذہن میں رکھنے کی ہے کہ میسوپوٹامیہ کی تحریروں میں کسی دلمون کے علاقوں (غالباً جزیرہ بحرین) مگانی اور ملوہا، جو ممکن ہے ہڑپائی علاقے ہوں، ان کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں ملوہا کی پیداواروں کا ذکر ہے۔ سنگ یمانی، لاچورہ، تانبے، سونے اور طرح طرح کی لکڑیوں کا ذکر ہے۔ میسوپوٹامیہ کے ایک فرضی خیال یا گمان میں کہا گیا ہے کہ ”تمہارا پرندہ ہاجا پرندہ ہو جائے، تمہاری آواز شاہی محل میں سنی جائے۔“ کچھ ماہرین آثار قدیمہ کا خیال ہے کہ

یہ ہاجا پرندہ مور تھا۔ کیا یہ نام اس کی آواز کی نسبت سے دیا گیا تھا؟ ممکن ہے عُمان، بحرین اور میسوپوٹامیہ سے یہ تعلق سمندری راستے سے رہا ہو۔ میسوپوٹامیہ کی تحریروں میں ملوہا کو ہجازیوں کا ملک کہا گیا ہے۔ اس کے علاوہ



ہمیں مہروں پر ہجازوں اور کشتیوں کے نشانات بھی ملتے ہیں۔

شکل: 1.19

’خلیج فارس‘ کی گول مہر، جو بحرین میں ملی ہے، کبھی کبھی اس میں ہڑپائی نشانات بھی مل جاتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ ’دلمون‘ کے مقامی اوزان ہڑپائی معیاروں پر چلتے تھے۔

شکل: 1.20

ایک مہر جس میں کشتی دکھائی گئی ہے۔



گفتگو کیجیے:

ہڑپائی علاقے سے، عُمان، دلمون اور میسوپوٹامیہ کے لیے کن راستوں کا امکان تھا؟



شکل: 1.21
ایک پرانے سائن بورڈ پر حروف

7- مہریں، رسم الخط اور اوزان

7.1 مہریں اور مہربندی

دور دراز علاقوں سے تعلق رکھنے کے لیے مہروں اور مہر لگانے کا طریقہ استعمال ہوتا تھا۔ ذرا سوچیے سامان کا ایک تھیلا ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجنا ہو تو اس کے منہ کو رسیوں سے کس کر باندھ دیا جاتا تھا اور اس کی گانٹھ پر کچھ گیلی مٹی لگا کر ایک یا زیادہ مہریں دبا دبا کر لگا دی جاتی تھیں جن سے اس پر نقش ابھر آتے تھے۔ اگر وہ تھیلا اس طرح پہنچ جاتا کہ اس پر لگی مہریں سالم ہوتی تھیں تو اس کا مطلب تھا کہ اس سے چھیڑ چھاڑ نہیں کی گئی ہے۔ ان لگی ہوئی مہروں سے بھیجنے والے کی شناخت بھی ہو جاتی تھی۔



شکل: 1.22
روپڑ کی مہربندی۔

7.2 ایک معمہ رسم الخط

ہڑپائی مہروں میں عام طور پر ایک سطر کی تحریر بھی ہوتی ہے، جو غالباً مالک کا نام اور اس کا خطاب ہوگا۔ ماہرین کا یہ بھی خیال ہے کہ اس پر لگا نشان (جو عام طور پر کسی جانور کا ہوتا ہے) ان پڑھ لوگوں کے لیے کچھ مطلب بھی بیان کرتا ہوگا۔

زیادہ تر تحریریں مختصر ہیں، ان میں سب سے طویل تحریریں 26 الفاظ پر مشتمل ہیں۔ حالانکہ یہ رسم الخط اب تک پڑھا نہیں جاسکا ہے۔ لیکن بظاہر یہ حروفی یا ابجدی نہیں تھا (جس میں ہر نشان (حرف) یا کوئی مصوٰیہ ہوتا ہے یا حرف صحیح، چونکہ اس میں بہت زیادہ اشارے یا نشانات ہیں۔ لگ بھگ 375 اور 400 کے درمیان۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ دائیں سے بائیں طرف لکھا جاتا تھا۔ کیونکہ کچھ مہروں میں سیدھے ہاتھ کی طرف نشانوں میں نسبتاً زیادہ فاصلہ ہے جب کہ بائیں طرف پیچیدہ ہو جاتا ہے، لگتا ہے کھودنے والے نے دائیں طرف سے کام شروع کیا اور آخر تک پہنچتے پہنچتے جگہ کم رہ گئی۔

ذرا یہ بھی دیکھیے کہ جن چیزوں پر یہ تحریر ملی ہے وہ کتنے قسم کی ہیں: مہریں، تانبے کے اوزار، منکوں کے کنار، تانبے اور پکائی مٹی کی ٹکیاں، زیورات، ہڈی کی چھڑیں، یہاں تک کہ ایک پرانا سائن بورڈ۔ یاد رکھیے کہ ممکن ہے کچھ ضائع ہو جانے والی ایشیا پر بھی تحریریں ہو سکتی تھی۔ کیا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ خواندگی وسیع پیمانے پر موجود تھی؟

گفتگو کیجیے:

آج کل دنیا میں دور دراز علاقوں کے درمیان ایشیا کے لین دین کے کون سے طریقے ہیں؟ ان کے فوائد اور مسائل کیا ہیں؟

7.3 اوزان

لین دین باقاعدہ اوزان کی بنیاد پر منظم تھا۔ یہ وزن یا باٹ عام طور پر ایک پتھر، بلور، اور سنگ یمانی، کا مرکب پتھر کے ہوتے تھے اور عام طور پر مکعب شکل کے ہوتے تھے۔ (شکل 1.2) مگر ان پر کچھ نشان نہیں ہوتے تھے۔ چھوٹے اوزان دوہرے طریقے کی بنیاد پر چلتے تھے 1، 2، 4، 8، 16، 32 وغیرہ سے 12,800 تک) جب کہ بڑے اوزان اعشاریہ کے نظام پر تھے۔ چھوٹے اوزان غالباً زیورات اور منکوں کی تول میں کام آتے تھے۔ دھات کے پلڑوں والے ترازو بھی ملے ہیں۔

8- قدیم اقتدار

پچھیدہ قسم کے فیصلے لیے جانے کی اور ان کے نفاذ کی علامتیں بھی ہڑپائی سوسائٹی میں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر ہڑپائی مصنوعات کی حیرتناک حد تک یکسانیت کو ہی لیجیے۔ برتنوں (شکل 1.14)، مہروں، اوزان اور اینٹوں کی یکسانیت۔ خاص طور پر اینٹیں، جو ظاہر ہے کسی ایک مرکز پر نہیں بنتی تھیں۔ جموں سے گجرات تک کے پورے علاقے میں بالکل یکساں تناسب کی تھیں۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ مختلف وجوہات کی بنا پر بستیاں خاص حکمت عملی کے ساتھ مخصوص محل وقوع میں بنائی جاتی تھیں۔ اس کے علاوہ اینٹیں بنانے، زبردست دیواریں چننے اور چبوترے بنانے کے لیے بڑی تعداد میں مزدور جمع کیے جاتے تھے۔

ان کاموں کو کون منظم کرتا تھا؟

8.1 محلات اور بادشاہ

اگر ہم اقتدار کے کسی مرکز کو تلاش کرنا چاہیں یا ان کے مظاہر دیکھنا چاہیں جو صاحبان اقتدار تھے تو ماہرین آثار قدیمہ ہمیں اس کا کوئی فوری جواب نہیں دے سکتے۔ موجودہ ڈو میں ملی ایک بڑی عمارت کو محل، کا خطاب دیا گیا ہے۔ مگر وہاں کچھ شاندار قسم کی چیزیں نہیں ملی ہیں۔ ایک مجسمے کو 'پجاری بادشاہ' کا لقب دے دیا گیا تھا، جو آج بھی باقی ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ یہ ماہرین میسوپوٹامیہ کی تاریخ سے اور وہاں کے 'پجاری بادشاہ' سے واقف تھے انہوں نے سندھ علاقے میں بھی اس کا متبادل تلاش کر لیا۔ مگر جیسا کہ ہم دیکھیں گے (صفحہ 23) ہڑپا تہذیب کے رسومی عمل ابھی تک صحیح طور پر نہیں سمجھے جاسکے ہیں اور نہ اس بات کو جاننے کا کوئی طریقہ ہے کہ وہ لوگ جو یہ رسوم عمل میں لاتے تھے ان کے پاس سیاسی اقتدار بھی تھا۔

کچھ ماہرین آثار قدیمہ کا خیال ہے کہ ہڑپائی سماج میں کوئی حکمران تھا ہی نہیں اور لوگ مساویانہ طرز زندگی سے خوب لطف اندوز ہوتے تھے۔ کچھ کا خیال ہے کہ وہاں ایک حکمران کے بجائے کئی حکمران تھے۔ یعنی موجودہ ڈو کا ایک حکمران تھا اور ہڑپا کا دوسرا۔ اسی طرح اور بھی حکمران تھے۔ اس سلسلے میں کچھ اور ماہرین کی رائے ہے کہ وہاں ایک ہی ریاست تھی جس کے لیے وہ مصنوعات کی مماثلت، منصوبہ بند بستیاں کی موجودگی، اینٹوں کے حجم کے تناسب سے یکساں



شکل 1.23:
ایک پجاری بادشاہ

گفتگو کیجیے:

کیا ہڑپائی سماج میں ہر شخص برابر تھا؟

معیار، اور خام مال کی فراہمی کے مطابق بستیوں کا قیام وغیرہ کی دلیل پیش کرتے ہیں۔ ابھی تک یہ آخری نظریہ ہی سب سے زیادہ قرین قیاس لگتا ہے کیونکہ ایسا ہونے کا امکان بہت کم ہے کہ تمام سماجوں یا بستیوں نے مل کر اتنے پیچیدہ قسم کے فیصلے اور ان پر عمل درآمد کیا ہو۔

9- تہذیب کا خاتمہ

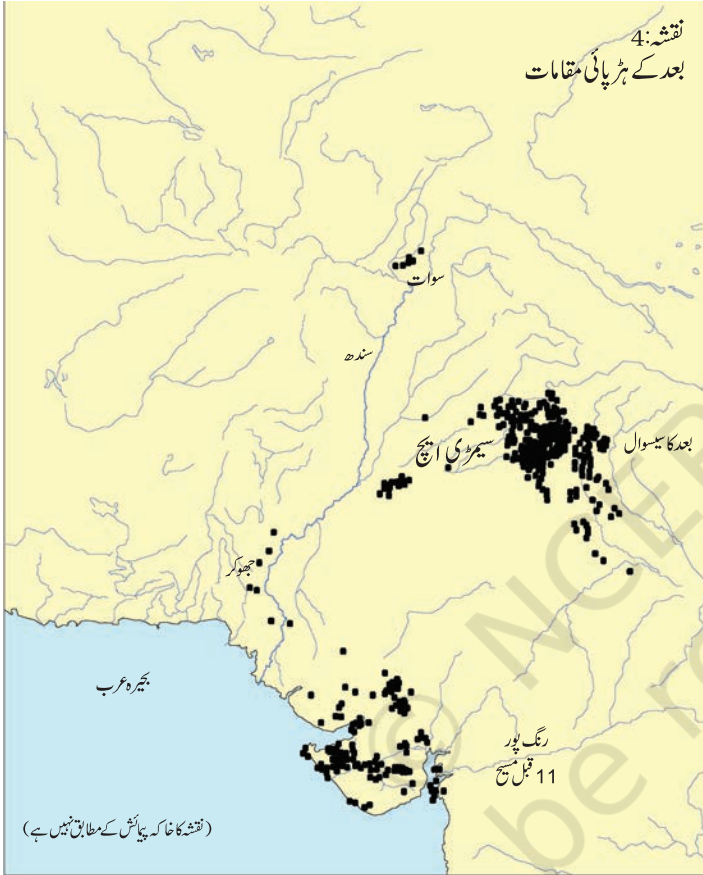
یہ شہادتیں موجود ہیں کہ 1800 قبل مسیحی تک چولستان جیسے خطوں میں زیادہ تر ترقی یافتہ ہڑپائی مقامات ترک کیے جا چکے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی گجرات، ہریانہ اور مغربی اتر پردیش کی نئی بستیوں میں آبادی پھیل رہی تھی۔

بعض ان ہڑپائی مقامات میں جو 1900 قبل مسیح کے بعد بھی چلتے رہے ان کے مادی تمدن میں تبدیلیاں آئی شروع ہو گئی تھیں، جن میں خصوصی طور پر تہذیب کی ممتاز مصنوعات، اوزان، مہروں، مخصوص منکوں وغیرہ کا غائب ہو جانا تھا۔ تحریر، دور دراز مقامات سے تجارت اور دستکاری میں تخصیص بھی غائب ہو گئی تھی۔ عام طور پر بہت کم چیزیں تیار ہوتی تھیں اور ان میں بہت کم مواد استعمال ہوتا تھا۔ مکانات کی تعمیر کی تکنیک میں زوال آیا اور بڑی عوامی عمارتیں بنی بند ہو گئیں۔ بعد کے ہڑپائی تمدن یا 'جانشین تمدنوں' میں مجموعی طور پر مصنوعات اور بستیوں سے دہی طرز زندگی کا تاثر پیدا ہوتا ہے۔

یہ تبدیلیاں کیا لائیں؟ اس سلسلے میں بہت سی توضیحات پیش کی

گئی ہیں۔ یہ آب و ہوا کی تبدیلی سے لے کر جنگلوں کی تباہی، زبردست سیلاب، دریاؤں کا راستہ بدل لینا یا سوکھ جانا اور زمین کے ضرورت سے زیادہ استعمال تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ان میں سے کچھ وجوہات کچھ بستیوں کے لیے صادق آتی ہیں، مگر ان سے پوری تہذیب کے ختم ہوجانے کی وضاحت نہیں ہوتی۔

ایسا لگتا ہے کہ ہڑپائی کی ریاست کا خاتمہ ہو گیا جو اتحاد قائم رکھنے میں ایک مضبوط طاقت تھی۔ اس کیفیت کی شہادت مہروں، مخصوص قسم کے منکوں اور مٹی کے برتنوں کے غائب ہوجانے اور نظام اوزان کے بدلے مقامی اوزان کے آجانے سے ملتی ہے۔ اس کے بعد برصغیر کو اپنے ایک بالکل مختلف علاقے میں شہروں کے ابھرنے اور ترقی کرنے کے لیے ہزار سال سے زیادہ انتظار کرنا پڑا تھا۔



کسی ”حملے“ کی شہادت

ڈیڈ مین لین 3 فٹ سے 6 فٹ کے درمیان بدلتی چوڑائی کی ایک تیلی سی رہ گزر ہے۔ اس موڑ پر جہاں یہ مغرب کی طرف مڑتی ہے، کسی بالغ انسان کی کھوپڑی کا ایک ٹکڑا، اوپری دھڑ کی ہڈیاں اور اوپری بازو کی ہڈیاں بھر بھری حالت میں 4 فٹ 2 انچ گہرائی میں ملیں۔ اس کا جسم گلی میں افقی سمتوں میں پیٹھ کے بل پڑا تھا۔ مغرب کی طرف 15 انچ کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی کھوپڑی کی کچھ کرچیں پڑی تھیں۔ انہیں آثار کی وجہ سے اس گلی کا یہ نام رکھا گیا۔

(جان مارشل، موہنجودڑو اینڈ دی انڈس سیولائزیشن، 1931)

موہنجودڑو کے اسی حصے سے 1925 میں 16 ایسے آدمیوں کے ڈھانچے نکلے تھے جو مرتے وقت بھی اپنے زیورات پہنے ہوئے تھے۔ بہت بعد میں 1947 میں آر۔ای۔ ایم وھیلر، آرکیولوجیکل سروے آف انڈیا (ASI) کے ڈائریکٹر جنرل نے اس آثاری شہادت کو رگ وید کے ایک بیان سے مطابق کرنے کی کوشش کی۔ رگ وید اس بزرگی کی سب سے پرانی مذہبی تحریر مانی جاتی ہے۔ اس نے لکھا تھا:

رگ وید میں ’پور‘ کا ذکر ہے، جس کے معنی ’قلعے کا پشتہ‘، ’قلعہ‘ یا ’مورچہ‘ کے ہوتے ہیں۔ آریائی جنگ کا دیوتا پورم دارا، (قلعہ شکن) کہلاتا تھا۔ وہ حصار یا قلعے کہاں ہیں، یا کہاں تھے؟ ماضی میں یہ تصور کیا جاتا تھا کہ یہ صرف اساطیری ہیں..... ہڑپا کی تازہ ترین کھدائی نے ممکن ہے یہ تصور بدل دی ہو۔ یہاں ہمیں بنیادی طور پر ایک غیر آریائی انتہائی ترقی یافتہ تہذیب نظر آتی ہے، جو زبردست قلعہ بندی کا طریقہ استعمال کرتے تھے..... اس مضبوط اور مستحکم تہذیب کو کس چیز نے برباد کیا؟ ماحولیاتی، معاشیاتی یا سیاسی خرابیاں اسے کمزور کر سکتی تھیں، مگر آخر میں اس کے پوری طرح نیست و نابود ہوجانے میں کسی طے کردہ اور وسیع پیمانہ کی کوشش کا زیادہ امکان محسوس ہوتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ موہنجودڑو کے آخری وقتوں میں مرد، عورتیں اور بچوں کو وہاں قتل کر دیا گیا ہو۔ صورت حال پر موجود شہادتیں اندر کو اس کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔

(از آر۔ای۔ ایم وھیلر ہڑپا، 1946، اینٹینٹ انڈیا، 1947)

1960 میں ایک ماہر آثار قدیمہ جارج ڈیلیس نے موہنجودڑو میں کسی قتل عام کے تصور پر اعتراض کیا تھا۔ اس نے دکھایا تھا کہ اس مقام سے حاصل شدہ کھوپڑیاں ایک ہی زمانے کی نہیں ہیں۔ ”جب کہ ان میں سے کچھ یقیناً قتل عام کی طرف اشارہ کرتی ہیں، مگر زیادہ تر ہڈیاں ایسی صورت میں پائی گئی ہیں جنہیں انتہائی لاپرواہی اور بے ادبانہ انداز میں دفن کیا گیا تھا۔ شہر کے سب سے آخری دور میں جنگی تباہ کاری کے آثار موجود نہیں ہیں۔ بڑے پیمانہ پر جلنے کے آثار بھی نہیں ہیں۔ اسلحے اور چاروں طرف سے جنگی ساز و سامان سے گھرے، مسلح سپاہیوں کی لاشوں کے ڈھیروں کے نشان نہیں ہیں۔ حصار یا اونچا چوترا، پورے شہر میں واحد قلعہ بند علاقہ تھا تاہم اس سے بھی آخری مدافعت کے کوئی آثار نہیں ملتے۔

(از جی۔ ایف۔ ڈیلیس دی مٹھیگل میسکرایٹ موہنجودڑو، ایکسیڈنٹیشن 1964)

جیسا کہ آپ نے دیکھا، موجود مواد کا بغور اور سنجیدہ مطالعہ کبھی کبھی پچھلی تعبیرات کو بدل سکتا ہے۔

گفتگو کیجیے:

نقشہ 1، 2 اور 4 کے درمیان کیا مماثلتیں اور کیا فرق ہیں؟

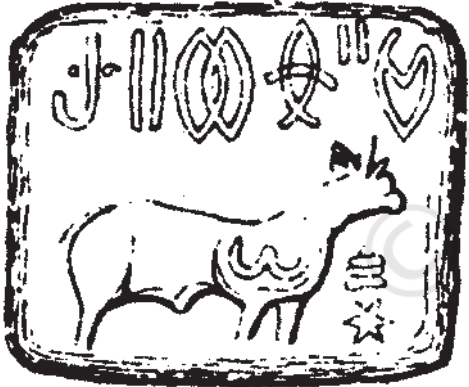
10- ہڑپائی تہذیب کی دریافت

اب تک ہم نے ہڑپائی تہذیب کے مختلف رخوں کا اس سیاق و سباق میں مطالعہ کیا ہے کہ دلچسپ تاریخ کے کچھ ٹکڑوں کو مجتمع کرنے کے لیے ماہرین آثار قدیمہ نے ماڈی باقیات اور آثار کی شہادتوں کو کس طرح استعمال کیا ہے۔ مگر اس سلسلے کی ایک اور کہانی بھی ہے۔ وہ یہ کہ ماہرین نے اس ”تہذیب“ کو کیسے دریافت کیا؟

جب ہڑپائی شہر تباہ و برباد ہوئے تو لوگ رفتہ رفتہ ان کے بارے میں سب کچھ فراموش کرتے چلے گئے۔ جب لگ بھگ ایک ہزار سال بعد مرد و عورتوں نے اس علاقے میں دوبارہ رہنا شروع کیا تو ان عجیب و غریب مصنوعات کے بارے میں جو کبھی کبھی سیلاب کی رُو یا مٹی کی کٹائی کے بعد اوپر نظر آ جاتی تھیں یا کھیت جوتے وقت یا خزانوں کی تلاش میں مل جاتی تھیں، انہیں دیکھ کر ان لوگوں کی سمجھ میں ہی نہیں آتا تھا کہ ان کا کیا کیا جائے۔

10.1 کنگھم کی غلط فہمی

جب اے ایس آئی کے پہلے ڈائرکٹر جنرل کنگھم نے انیسویں صدی کے درمیانی حصے میں پہلی بار آثار قدیمہ کی کھدائی شروع کروائی تو اس وقت تک ماہرین آثار قدیمہ اپنی تحقیق و تلاش کے سلسلے میں لکھے ہوئے الفاظ (جانی مانی تحریریں اور کتبات) کی فراہم کردہ معلومات و ہدایات کے استعمال کو ترجیح دیتے تھے۔ حقیقت میں کنگھم کی بنیادی دلچسپی اولین تاریخی دور (تقریباً چھٹی صدی قبل مسیحی دور سے چوتھی صدی مسیحی تک)، اور اس کے بعد کے ادوار کے مطالعے میں تھی۔ اس نے ابتدائی بستیوں کی نشاندہی کے لیے ان چینی بودھ سیاحوں کے چھوڑے ہوئے تحریری مواد کو استعمال کیا جو اس برصغیر میں چوتھی صدی عیسوی سے ساتویں صدی کے درمیان قدیم مقامات کی زیارت کی تھی۔ سروے کے دوران کنگھم نے ترجمہ کیے ہوئے مستند کتبے بھی جمع کیے۔ جب اس نے کچھ مقامات کی کھدائی کی تو اس نے کچھ ایسے مصنوعات جمع کرنا چاہے تھے جن کے متعلق اس کا خیال تھا کہ ان کی کچھ تہذیبی قدر یا اہمیت ہے۔



شکل: 1.24

بہت پہلے دریافت شدہ ہڑپائی مہر کا کنگھم کا بنایا ہوا خاکہ

ہڑپا جیسا کوئی مقام، جو چینی سیاحوں کے سفر کی فہرست کا حصہ نہیں تھا اور اس وقت کوئی قدیمی تاریخی شہر بھی نہیں مانا جاتا تھا، وہ اس کی تلاش و تحقیق کے خاکے میں پوری طرح مناسبت نہیں رکھتا تھا۔ حالانکہ ہڑپائی مصنوعات انیسویں صدی میں بھی متعدد جگہ ملتے رہے تھے اور ان میں سے کچھ کنگھم کو ملے تھے، مگر اسے یہ احساس نہیں تھا۔ کہ یہ کتنے قدیم ہیں۔

کنگھم کو ایک ہڑپائی مہر کسی انگریز نے دی تھی اس نے اس چیز کا ذکر تو کیا مگر غلطی سے اسے اسی دور میں رکھنے کی کوشش کی جس دور سے وہ خود واقف تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ دوسرے بہت سے لوگوں کی طرح اس کا بھی یہی خیال تھا کہ ہندوستانی تاریخ وادی گوگا کے شہروں سے شروع ہوتی ہے (ملاحظہ ہو باب 2) اس کے مطح نظر یا مطالعے کے فوکس کے مطابق اس پر کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ اس نے ہڑپا کی اہمیت کو نظر انداز کیا۔

10.2 ایک نئی 'قدیم تہذیب'

اس کے بعد ہڑپا میں دیارام ساہنی جیسے ماہرین آثار قدیمہ نے بیسویں صدی کی ابتدائی دہائیوں میں ان طباقوں سے مہر برآمد کیں جو ابتدائی تاریخی سطحوں سے یقیناً کافی قدیم تھے۔ اسی وقت سے ان کی اہمیت کا احساس شروع ہوا۔ ایک اور ماہر آثار قدیمہ رکھل داس بنرجی نے موہنجودڑو سے ایسی ہی مہر برآمد کیں جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ یہ مقامات ایک ہی قدیم تمدن کا حصہ ہیں۔ 1924 میں ان دریافتوں کی بنیاد پر جان مارشل (ڈائریکٹر جنرل اے ایس آئی) نے دنیا کے سامنے سندھ کی گھاٹی میں نئی تہذیب کے انکشاف کا اعلان کیا۔ جیسا کہ ایس این رائے نے 'دی اسٹوری آف انڈین آرکیولوجی' میں لکھا تھا 'مارشل نے ہندوستان کو جہاں پایا تھا وہاں سے وہ اسے تین ہزار سال قدیم چھوڑ کر گیا'۔ ایسا اس لیے ہوا کہ بالکل ایسی ہی مہر میں میسوپوٹامیہ میں مل چکی تھیں، مگر اس وقت تک انہیں پہچانا نہیں گیا تھا۔ اس وقت دنیا نے صرف ایک نئی تہذیب کو ہی نہیں پہچانا بلکہ یہ بھی معلوم کیا کہ وہ میسوپوٹامیہ تہذیب کی ہم عصر بھی تھی۔

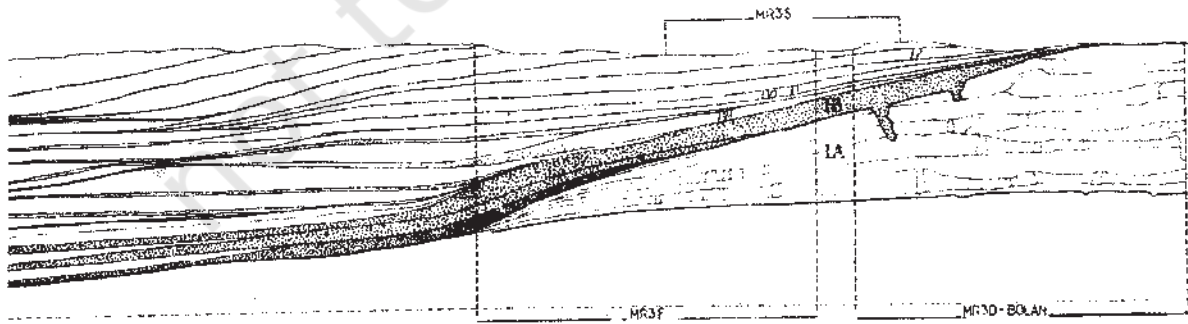
اصل میں اے۔ ایس۔ آئی کے ڈائریکٹر جنرل کی حیثیت سے جان مارشل کی کارکردگی ہندوستانی آثار قدیمہ میں ایک بڑی تبدیلی کا پیش خیمہ تھی۔ یہ ہندوستان میں پہلا پیشہ ور ماہر آثار قدیمہ تھا اور یونان اور کریٹ میں اس کام کا تجربہ لے کر یہاں آیا تھا۔ مزید برآں وہ بھی کتناہم کی طرح حیرت انگیز دریافتوں میں دلچسپی رکھتا تھا۔ ساتھ ہی روزمرہ کی طرز زندگی دیکھنے کا خواہش مند تھا۔

مارشل مقام کی طبقاتی خصوصیت کو نظر انداز کرتے ہوئے پورے ٹیلے کو افقی سمت میں یکساں تقسیم کر کے ان پر کھدائی کرنا چاہتا تھا جس کا مطلب تھا کہ کسی ایک اکائی سے حاصل ہونے والے تمام مصنوعات کو ایک گروپ میں رکھا جاتا، خواہ وہ طبقاتی اعتبار سے مختلف تہوں سے حاصل کیے گئے ہوں۔ اس کے نتیجے میں ان دریافتوں کے سیاق یا متعلقہ کیفیتوں کے بارے میں انتہائی اہم معلومات اس طرح ضائع ہو جاتیں کہ پھر انہیں کبھی دوبارہ حاصل نہیں کیا جاسکتا تھا۔

مقامات، ٹیلے، پرتیں یا طبقے

آثار قدیمہ کے مقامات پیداوار اور ایشیا اور عمارتوں کے ترک کرنے سے بنتے ہیں۔ جب لوگ متواتر کسی ایک ہی جگہ رہتے ہیں تو وہاں کی زمین کے بار بار استعمال کے نتیجے میں وہاں دستکاری اور پیشہ ورانہ کوڑا کرکٹ جمع ہوتا چلا جاتا ہے، جسے ہم 'ٹیلے' (ماؤنڈ) کہتے ہیں۔ مختصر یا پھر مستقل طور پر اس جگہ کو ترک کر دینے کے نتیجے میں اس قطعہ زمین پر ہوا، پانی یا زمینی کٹاوتہ تبدیلیاں پیدا کر دیتے ہیں۔ انسانی آبادیوں کا پتہ ان قدیم موادوں یا سامانوں سے چلتا ہے جو ایک دوسرے سے رنگ، بناوٹ اور ان میں پائے جانے والے مصنوعات کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں۔ متروک شدہ یا غیر آباد مقامات، جنہیں 'بانجھ پرتیں' کہتے ہیں، انھیں اس قسم کے نشانات کی عدم موجودگی سے پہچانا جاسکتا ہے۔

عام طور پر سب سے چلی پرتیں سب سے پرانی ہوتی ہیں اور سب سے اونچی سب سے نئی ہوتی ہیں۔ ان پرتوں کا مطالعہ علم طبقات الارض (اسٹریٹی گرافی) کہلاتا ہے۔ ان طباقوں میں پائے جانے والے مصنوعات مختلف تہوں سے تعلق رکھتے ہیں اور اس طرح ہم کو کسی مقام کے لیے تہوں کا ترتیب وار سلسلہ مل جاتا ہے۔



شکل: 1.25

ایک چھوٹے ٹیلے کی طبقاتی درجہ بندی، یاد رکھیے کہ پرتیں یا طبقے ٹھیک عمودی نہیں ہوتے۔

وہیلر ہڑپا میں

شروع کے ماہرین آثار قدیمہ میں ایک مہم جوئی کی سی تحریک کارفرما تھی۔ وہیلر نے ہڑپا میں اپنے تجربے کے بارے میں اس طرح بیان کیا ہے:

مجھے یاد ہے کہ 1944 کی مئی کی ایک گرم رات میں ٹانگے کی چارمیل لمبی مسافت نے مجھے، (یعنی تازہ ترین مقررہ ڈائریکٹر جنرل آرکیولوجیکل سروے آف انڈیا) ایک مقامی مسلمان افسر کے ساتھ چھوٹے سے ہڑپا نامی اسٹیشن پر اتر کر ڈھولوان ریتیلی سڑک سے ہوتے ہوئے اس قدیم مقام کے چاندنی میں نہائے ریت کے ٹیلوں کے پاس بنے چھوٹے سے ریسٹ ہاؤس تک پہنچا۔ میرے بے چین ساتھی کی اس تشبیہ کے ساتھ کہ ہمیں اپنا معائنہ صبح پانچ بج کر تیس منٹ سے شروع کر کے ساڑھے سات بجے تک ختم کرنا ضروری ہے ”اس کے بعد ناقابل برداشت گرمی ہو جائے گی“، ہم ایک سیاہ فام پنکھا کھینچنے والے کے ساتھ جو داغی کے دروازے کے پاس ساکت بیٹھا ہوا تھا، اندر داخل ہوئے۔ آس پاس کے لٹ و دق ویرانے سے اٹھتی لاتعداد گیدڑوں کی آوازیں ہی رات کی خاموش فضا کو متواتر توڑ رہی تھیں۔

اگلی صبح بالکل ٹھیک ساڑھے پانچ بجے ہمارا چھوٹا سا جلوس ریت کے ڈھیروں کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔ دس منٹ میں ہی میں رک کر کھڑا ہو گیا اور اپنی آنکھیں ملتے ہوئے وہاں کے سب سے بڑے ٹیلے کو غور سے دیکھنا شروع کیا۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ چھ گھنٹے بعد بھی میرا حیران و پریشان عملہ اور میں اس چلچلاتی دھوپ میں اپنی کدالوں اور چاقوؤں کی مدد سے کام میں لگے ہوئے تھے۔ (معافی کے ساتھ) یہ دیوانے صاحب بہت ہی شدید انداز میں قدم بڑھا رہے ہیں۔

(از آرای ایم و وہیلر ”مائی آرکیولوجیکل مشن ٹوانڈیا اینڈ پاکستان“ 1976)

10.3: نئی تکنیکیں اور سوالات

آرای ایم وہیلر نے اے ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل کی حیثیت سے 1944 میں چارج لینے کے بعد اس مسئلہ کی اصلاح کی۔ وہیلر نے تسلیم کیا کہ تکنیکی انداز میں ٹیلے کو یکساں افقی خطوط کے مطابق کھودنے کے بجائے اس کی طبقاتی تقسیم پر کھدائی کو آگے بڑھانا ضروری ہے۔ مزید برآں سابق فوجی بریگیڈیئر ہونے کی وجہ سے یہ آثار قدیمہ کی تربیت یا مہارت کے لیے اپنے ساتھ ایک فوجی پیانس کا آلہ لائے تھے۔

ہڑپائی تہذیب کی سرحدیں موجودہ قومی سرحدوں سے بہت کم یا نہ کے برابر تعلق رکھتی ہیں۔ بہر حال برصغیر کی تقسیم اور پاکستان کے قیام سے اس کے اہم مقامات اب پاکستان کے علاقے میں ہیں۔ اس کے نتیجے میں ہندوستانی ماہرین آثار قدیمہ کو ایک نئی ترغیب ملی کہ وہ ہندوستان میں بھی ایسے مقامات تلاش کریں۔ کچھ میں ایک وسیع سروے کے نتیجے میں ہڑپائی بستیوں کی خاصی بڑی تعداد کا انکشاف ہوا اور پھر پنجاب اور ہریانہ میں تحقیق و تلاش نے ہڑپائی مقامات کی فہرست میں مزید اضافہ کیا۔ اب کالی بنگا، اوتھل، راکھی گڑھی اور تازہ ترین دھولا ویرا مقامات دریافت کیے جا چکے ہیں۔ ان کی کھدائی اور تحقیق ہو چکی ہے۔ نئی تحقیقات جاری ہیں۔

پچھلے کچھ دہوں میں کچھ نئے مسائل بھی ابھرے ہیں۔ ایک طرف کچھ ماہرین آثار قدیمہ اگر تمدنی ترتیب یا سلسلے کی تلاش میں زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں تو دوسری طرف کچھ ماہرین کسی خاص مقام کے وقوع کی منطق یا وجہ سمجھنے کے لیے کوشاں ہیں۔ یہ لوگ ان مصنوعات کی تعداد یا بہتات کے مسئلے کو سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں جس کے توسط سے یہ مصنوعات کے اس وقت کے استعمال کو مرتب کرنا چاہتے ہیں۔

1980 کے دہے سے ہڑپائی تہذیب میں بین الاقوامی دلچسپی بھی بڑھ رہی ہے۔ برصغیر اور دوسرے ملکوں کے ماہرین مل کر ہڑپا اور موہنجودڑو کے مقامات پر کام کر رہے ہیں۔ یہ لوگ جدید سائنسی تکنیک بھی استعمال کر رہے ہیں، جن میں اوپری پرت یا سطح کی کھوج کر کے مٹی کے اثرات معلوم کرنا، پتھروں، دھاتوں، پودوں اور جانوروں کے بچے کچے حصے اور ہر چھوٹی سے چھوٹی یا بیکار قسم کی چیزوں کا تجزیہ کرنا شامل ہے۔ ان تحقیقوں سے مستقبل میں دلچسپ نتائج حاصل ہونے کی توقع ہے۔

گفتگو کیجیے:

اس باب کے کن موضوعات میں کتنی دلچسپی لے سکتا تھا؟ 1947 کے بعد سے کون سے مسائل قابل توجہ رہے ہیں؟

11- ماضی کے ٹکڑوں کو جوڑنے کے مسائل

جیسا کہ ہم نے دیکھا ہڑپائی رسم الخط اس قدیم تہذیب کو سمجھنے میں ہماری کوئی مدد نہیں کرتا۔ اس کے بجائے کچھ مواد یا مادی شہادتیں ہیں جو ہڑپا کے لوگوں کی زندگی کی ترتیب یا تدوین میں ماہرین آثار قدیمہ کی مدد کرتی ہیں۔ یہ مواد مٹی کے برتن، اوزار، زیورات، گھریلو ساز و سامان وغیرہ ہوتے ہیں۔ نامیاتی اشیاء جیسے کپڑا، چمرا، لکڑی اور زکل وغیرہ عام طور پر سڑکھل جاتے ہیں۔ خصوصاً منقطعہ حارہ کے خطے میں جو کچھ باقی رہ جاتا ہے وہ پتھر، پکائی مٹی، دھات وغیرہ ہیں۔

ایک اہم بات یہ بھی یاد رکھنے کی ہے کہ صرف ٹوٹی پھوٹی اور ناکارہ قسم کی چیزیں ہی بے کار سمجھ کر پھینکی گئی ہوں گی۔ دوسری چیزوں کو ممکن ہے دوبارہ قابل استعمال بنا لیا گیا ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمیں جو قیمتی اشیاء بالکل صحیح حالت میں ملتی ہیں وہ یا تو ماضی میں کبھی گم ہو گئی ہوں گی یا ایسے خزانے کے طور پر رکھی گئی ہوں گی جسے دوبارہ کبھی نکالا نہ گیا ہو۔ دوسرے لفظوں میں یہ اشیاء اتفاقی ہوتی ہیں نہ کہ وہاں کی عمومی صورت حال کی اشیاء۔

11.1 دریافت شدہ چیزوں کی درجہ بندی

آثار قدیمہ کی مہم جوئی میں مصنوعات کو دریافت کر لینا صرف ابتدا یا پہلا قدم ہے اس کے بعد ماہرین اس کی درجہ بندی کرتے ہیں۔ درجہ بندی کے معاملے میں ایک آسان اصول انہیں ان کے مواد کی بنیاد پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ جیسے پتھر، مٹی، دھات، ہڈی، ہاتھی دانت وغیرہ۔ اگلا اور اس سے زیادہ پیچیدہ درجہ ان کو ان کے استعمال یا کاموں کی بنیاد پر تقسیم کرنا ہے۔ ماہرین کو یہ طے کرنا ہوتا ہے کہ کوئی مصنوع، مثال کے طور پر کوئی اوزار تھا، زیور تھا یا دونوں کام میں آتا تھا یا کوئی ایسی چیز ہے جو مذہبی یا کسی رسم کی ادائیگی میں کام آتی تھی۔

کسی مصنوع کے استعمال یا کام کا عام طور پر کسی آج کی چیز سے اندازہ لگایا جاتا ہے۔ منکے، چکیاں، پتھر کے پھل اور برتن، ان کی بالکل واضح مثالیں ہیں۔ ماہرین کسی مصنوع کے استعمال کا اندازہ اس سیاق یا گرد و پیش سے بھی لگاتے ہیں جس میں یہ پائی گئی تھی۔ کیا یہ کسی گھر میں ملی تھی، کسی نالی میں تھی، قبر میں تھی، بھٹی میں تھی؟

کبھی کبھی ماہرین آثار قدیمہ کو کچھ بالواسطہ قسم کی شہادتوں کی مدد سے ترتیب و تدوین کا راستہ بھی اپنانا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر کچھ ہڑپائی مقامات پر روٹی کے آثار موجود ہیں مگر ان کے کپڑوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے ہمیں بالواسطہ قسم کی شہادتوں پر انحصار کرنا پڑتا ہے، جس میں بت تراشی کے نمونوں میں دکھائے گئے انداز بھی شامل ہیں۔

ماہرین کو مختلف حوالوں کے کچھ نظام یا خاکے بھی ابھارنے ہوتے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ جس وقت پہلی ہڑپائی مہر ملی تو اسے اس وقت تک نہ سمجھا جاسکا جب تک ماہرین کے پاس وہ سیاق یا مناسبت نہ فراہم ہو گئی جس میں اسے رکھا جاسکتا تھا۔ اس کے اس تمدنی ماحول یا ترتیب کے اعتبار سے بھی جس میں یہ ملی تھی اور اس تقابل کے اعتبار سے بھی جو میسوپوٹامیہ کی دریافتوں کی مدد سے بن پایا۔

11.2 توجیہ یا تغیر کے مسائل



شکل: 1.26
کیا یہ دیوی ماں تھی؟



شکل: 1.27
'ابتدائی شیو' کی مہر

"انگ" ایک منقوش پتھر تھا جو "شیو" کے علامت کے طور پر جانا جاتا تھا۔

آثار قدیمہ کی توجیہ و تفسیر کے مسائل سے شاید سب سے زیادہ واضح طور پر مذہبی اعمال کو بیان کرنے کے موقع پر دو چار ہونا پڑتا ہے۔ شروع کے ماہرین کا خیال تھا کہ کچھ چیزیں جو غیر معمولی یا کچھ اجنبی سی لگتی تھیں وہ غالباً مذہبی اہمیت کی حامل ہوں گی۔ ان میں پکائی مٹی کی عورتوں کی صورتیں بھی شامل تھیں، جو بہت سے زیوروں سے آراستہ اور سر پر باقاعدہ قسم کا پہناوارہ کے نظر آتی تھیں۔ انہیں 'دیوی ماں' مانا جاتا تھا۔ ایک نایاب قسم کے پتھر کی بنی مردوں کی صورتیں، جو لگ بھگ ایک مقررہ نشست میں ایک ہاتھ گھٹنے پر رکھے 'پجاری بادشاہ کی طرح نظر آتی تھیں' انہیں بھی اسی زمرے میں رکھا جاتا تھا۔ اسی طرح کچھ عمارتوں کو بھی رسومی اہمیت بخشی گئی۔ اس میں 'بڑا احمام' کالی بنگا اور لوٹھل میں ملی 'آگ والی قربان گاہیں' (آتش کدے) بھی شامل ہیں۔

کچھ ایسی مہروں کے بغور مشاہدے سے جن میں سے کچھ میں مذہبی رسوم کے اظہار کا امکان ہے، ان کے مذہبی عقائد اور اعمال کی ترتیب و تدوین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کچھ دوسری مہروں میں، جن پر پیڑ پودوں کے نشان ہیں، اسے قدرت کی پرستش کی علامات سمجھا گیا ہے۔ کچھ جانور، جیسے مہروں پر بنا ایک سینگ والا جانور، جسے عام طور پر 'انگل سنگھا' (Unicorn) مانا جاتا تھا۔ اسے کسی تصوراتی مخلوق قسم کا جانور مانا جاسکتا ہے۔ کچھ مہروں میں آلتی پالتی مارے یوگی انداز میں بیٹھی ایک شکل دکھائی دیتی ہے، جو ہندو دھرم کے اہم ترین قدیم دیوتاؤں میں سے ایک کا روپ ہے۔ اس کے علاوہ مخروطی قسم کے پتھر کے ٹکڑوں کو 'لنگوں' کے زمرے میں رکھا گیا ہے۔

ہڑپا کی بہت سی مذہبی روایتوں کو اس مفروضے پر مرتب کیا گیا ہے کہ بعد کی روایات میں ان کے متوازی یا ملتی جلتی علامتیں موجود ہیں۔ ایسا اس لیے ہے کہ ماہرین آثار قدیمہ عام طور پر معلوم سے نامعلوم کی طرف بڑھتے ہیں، یعنی حال سے ماضی کی طرف۔ گوکہ یہ طریقہ فکر پتھروں کی چکیوں اور برتنوں کے لیے تو قرین قیاس لگتا ہے مگر جب اسے اور آگے بڑھا کر 'مذہبی' علامتوں سے تطبیق دیتے ہیں تو قیاس آرائی زیادہ رہ جاتی ہے۔

ذرا 'ابتدائی شیو' والی مہروں کی ہی مثال لیں۔ سب سے پہلے مذہبی صحیفہ 'رگ وید' (تدوین تقریباً 1000-1500 قبل مسیحی دور) میں ایک دیوتا 'رُدر' کا ذکر ہے جسے بعد کی پوران کی روایتوں میں 'شیو' کا نام دیا گیا ہے۔ (مسیحی دور کے پہلے ہزارے میں باب 4 بھی ملاحظہ ہو) بہر حال، 'شیو' کے برخلاف رگ وید میں 'رُدر' کو نہ تو پیشو پتی (تمام جانوروں خصوصاً مویشیوں کا مالک و مختار) دکھایا گیا ہے اور نہ کوئی یوگی۔ دوسرے لفظوں میں (مہر میں) یہ اظہار رگ وید میں 'رُدر' کی تفصیلات سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ تو پھر کیا یہ امکان ہے کہ یہ مظہر کسی 'شامن' کا ہو، جیسا کہ کچھ

ماہرین نے اشارہ بھی کیا ہے؟

اتنے دہوں تک متواتر آثار قدیمہ کے کام کے بعد کیا حاصل ہو سکا؟ ہمیں ہڑپائی معاشیات کے بارے میں کافی اچھی معلومات حاصل ہو گئیں۔ ہم ان کے معاشرے میں سماجی فرقوں کی گتھی کو سلجھانے میں بھی کچھ کامیاب ہوئے ہیں اور ہمیں اب کسی قدر یہ اندازہ لگانا ممکن ہے کہ ان کی تہذیب کس طرح رو بہ کار تھی۔ فی الحقیقت ہمارے لیے ابھی یہ بات واضح نہیں ہے کہ اگر ان کا رسم الخط پڑھ لیا گیا ہوتا تو ہماری معلومات میں کتنا اضافہ ہوتا۔ اگر کوئی دوزبانی شہادت دستیاب ہو جائے تو ہڑپائی لوگوں میں بولی جانے والی زبانوں کے سلسلے میں اٹھنے والے سوالوں کا بھی کوئی تشفی بخش حل نکل آئے گا۔

بہت سے نکات کی ترتیب و تدوین اب بھی صرف قیاس ہی ہیں۔ کیا بڑا حمام کوئی رسوماتی عمارت تھی؟ ہڑپا کے مدفنوں میں سماجی فرق اتنا کم کیوں نظر آتا ہے۔ کچھ اور سوالات کے جواب بھی ابھی نہیں مل سکے ہیں۔ کیا عورتیں برتن بناتی بھی تھیں یا صرف ان پر رنگ کرتی تھیں (جیسا کہ آج کل ہوتا ہے؟) دوسرے دستکاروں کے کیا حالات تھے؟ پکائی ہوئی مٹی کی عورتوں کی مورتیاں کس کام آتی تھیں؟ بہت کم ماہرین نے ہڑپائی تہذیب کا مطالعہ صنفی زاویے سے کرنے کی کوشش کی ہے اس لیے یہ پورا میدان مستقبل کی تحقیق و جستجو کے لیے کھلا ہوا ہے۔



شکل: 1.29

پکائی مٹی کی ایک گاڑی

’شامن‘ وہ مرد یا عورتیں ہوتے ہیں جو جادوئی اور شفا بخشنے کی طاقت اور ساتھ ہی طاقتیں رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔



شکل: 1.28
کھیل کے مہرے یا ’لنگ‘؟

ان پتھروں کے بارے میں ایک بالکل شروعات کے دور کے کھدائی کرنے والے میسکی نے جو کچھ کہا تھا وہ اس طرح تھا: ’’لا جورد، یشب اور عقیق اور دوسرے پتھروں کے بہت خوبصورتی سے تراشے اور گھسے ہوئے دو انچ کم اونچائی والے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو بھی لنگ تصور کیا جاتا ہے۔ دوسری طرف اس کا بھی اتنا ہی امکان ہے کہ یہ بورڈ پر کھیلے جانے والے کھیلوں میں استعمال ہوتے ہوں۔‘‘

(ازار نیسٹ میسکی، ارلی انڈس سویلٹزیشن 1948)

گفتگو کیجیے:

آثار قدیمہ کی شہادتوں سے ہڑپائی معیشت کے کون کون سے پہلوؤں کی ترتیب کی جا چکی ہے؟

ٹائم لائن-1

ابتدائی ہندوستانی آثار قدیمہ میں اہم ادوار

نیشی جری	بیس لاکھ سال (قبل موجودہ دور)
وسطی جری	80,000
بالائی جری	35,000
عبوری جری	12,000
جدید جری (ابتدائی زراعت اور گلہ بانی کرنے والے)	10,000
تانبا پتھر تہذیب (تانے کا پہلا استعمال)	6,000
ہڑپائی تہذیب	قبل مسیح 2,600
ابتدائی لوہا، یادگار جری مدفن (میگالیتھک برنیلس)	قبل مسیح 1,000
ابتدائی تاریخی	قبل مسیح 400

(نوٹ: تمام تاریخیں تخمیناً ہیں۔ اس کے علاوہ برصغیر کے مختلف خطوں میں تہذیب و ترقی کے ادوار میں اوقات کا بہت فرق ہے۔ جو تاریخیں دی گئی ہیں وہ اس رخ کی سب سے پہلی شہادتوں کی بنیاد پر متعین کی گئی ہیں۔)

ٹائم لائن-2

ہڑپائی آثار قدیمہ میں اہم ترین ترقیاں

انیسویں صدی	
1875	ہڑپائی مہر پرائیکٹس اینڈ رکنگھم کی رپورٹ
بیسویں صدی	
1921	ایم ایس وٹس نے ہڑپائی کھدائی شروع کی۔
1925	موہنجودڑو میں کھدائی شروع ہوئی۔
1946	آر ای ایم وھیلر نے ہڑپائی میں کھدائی کی۔
1955	ایس آر راؤ نے لوتھل میں کھدائی شروع کی۔
1960	بی بی لال اور بی کے تھاپڑ نے کالی بنگن میں کھدائی شروع کی۔
1974	ایم آر مغل نے بہاولپور میں تحقیق شروع کی۔
1980	جرمنی اور اطالوی ماہرین کی ایک مشترکہ ٹیم نے موہنجودڑو میں تلاش و تحقیق کے کام شروع کیے۔
1986	امریکی ٹیم نے ہڑپائی کھدائی شروع کی۔
1990	آر ایس بیٹھ نے دھولا ویرا میں کھدائی شروع کی۔

100-150 لفظوں میں جواب دیجیے:



- 1- ہڑپائی شہروں میں لوگوں کے پاس موجود کھانے کی اشیاء کی فہرست مرتب کیجیے۔ ان گروپوں کی بھی شناخت کیجیے جو انہیں فراہم کرتے تھے؟
- 2- ہڑپائی تہذیب میں سماجی معاشی فرقوں کے ماہرین آثار قدیمہ کس طرح تلاش و تحقیق کرتے ہیں؟
- 3- کیا آپ اس سے متفق ہیں کہ ہڑپائی شہروں میں پانی وغیرہ کی نکاس کے نظام سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے شہر منصوبہ بند انداز میں بنائے جاتے تھے؟ اپنے جواب کے لیے دلیلیں دیجیے۔
- 4- ہڑپائی تہذیب میں منگے بنانے کے لیے جو مواد استعمال ہوتا تھا اس کی فہرست بنائیے۔ کسی ایک قسم کے منگے کے بنانے کے طریقہ کو بیان کیجیے۔
- 5- شکل 1.30 کو دیکھیے اور جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں اسے بیان کیجیے۔ اس ڈھانچے کے پاس کیا کیا چیزیں رکھی ہوئی ہیں؟ کیا اس کے جسم پر بھی کچھ مصنوعات ہیں۔ کیا یہ اس کی صنف کو بھی ظاہر کرتے ہیں؟



شکل: 1.30
ایک ہڑپائی مدفن

ان عنوانات پر مختصر مضمون لکھیے جو تقریباً 500 الفاظ پر مشتمل ہو



- 6- موہنجودڑو کی کچھ امتیازی خصوصیات بیان کیجیے۔
- 7- ہڑپائی تہذیب میں دستکاری کی مصنوعات کی پیداوار کے لیے ضروری خام مالوں کی ایک فہرست مرتب کیجیے اور بیان کیجیے کہ یہ کیسے مہیا کیے جاتے ہوں گے۔
- 8- بیان کیجیے کہ ماہرین آثار قدیمہ ماضی کی کس طرح ترتیب و تدوین کرتے ہیں۔
- 9- ان کاموں کو بیان کیجیے جو ہڑپائی سماج میں حکمران انجام دیتے تھے۔

نقشے کے کام



- 10- نقشہ 1 پر پنسل سے ان مقامات پر دائرہ بنا پیسے جہاں سے زراعت کی شہادتیں ملی ہیں۔ ان جگہوں پر 'ص' بنا پیسے جہاں سے دستکاری پیداواروں کی شہادتیں حاصل ہوئی ہیں اور 'خ' کا نشان ان مقامات پر بنا پیسے جہاں سے خام مال حاصل کیا جاتا تھا۔



اگر آپ کو مزید معلومات حاصل کرنی ہیں تو پڑھیے:

Raymond and Bridget Allchin. 1997. Origins of a Civilization. Viking, New Delhi.

G.L. Possehl. 2003. The Indus Civilization. Vistaar, New Delhi.

Shereen Ratnagar. 2001. Understanding Harappa. Tulika, New Delhi.



مزید معلومات کے لیے ملیے:

<http://www.harappa.com/har/harreso.html>

منصوبہ (Project) (کوئی ایک)



- 11- معلوم کیجیے کہ کیا آپ کے شہر میں کوئی عجائب گھر (میوزیم) ہے۔ اسے دیکھیے اور وہاں کی کن ہی دس چیزوں پر رپورٹ لکھیے۔ اس میں بتائیے کہ یہ کتنی قدیم ہیں۔ یہ کہاں پائی گئی تھیں اور آپ کے خیال میں ان کی نمائش کیوں کی جاتی ہے؟
- 12- آج کل استعمال ہونے والی ایسی دس چیزوں کی تصویریں جمع کیجیے جو پتھر، دھات یا مٹی کی بنی ہوں۔ اس باب میں دکھائی گئی ہڑپائی تصویروں سے ان کا موازنہ کیجیے اور ان میں یکسانیت اور فرق کو بیان کیجیے۔